ختم نبوت اور
فضیلت محمدی
صلی اللہ علیہ وسلم
کے موضوع پر
نہایت جامع و
محققانہ کتاب

تحذیر النّاس

از حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی
مع تکملہ
حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

دار الاشاعت
اردو بازار، کراچی ۱ فون ۲۶۳۱۸۶۱

إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ رسالہ مؤلفہ جناب مولانا محمد قاسم صاحب مدظلہ
نانوتوی مزیل الالتباس اور موضع اثر ابن عباس مسمٰی بہ

تحذیر الناس

از حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ

ختم نبوت اور فضیلت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
کے موضوع پر نہایت جامع و محققانہ کتاب

مع تکملہ

از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی ؒ

ناشر

دار الاشاعت اردو بازار، کراچی ۱

فون ۲۱۳۷۶۸

باہتمام محمد رضی عثمانی
ناشر دارالاشاعت کراچی
طباعت مشہور پریس کراچی
قیمت :

ملنے کے پتے
دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱
مکتبہ دارالعلوم ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۱۴
ادارۃ المعارف ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۱۴
ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی ۔ لاہور

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس باب میں کہ زید نے بہ تتبع ایک عالم کے جس کی تصدیق ایک مفتی مسلمین نے بھی کی تھی در بارۂ قول ابن عباس جو در منثور وغیرہ میں ہے ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدم و نوحا کنوحکم و ابراھیم کابراھیمکم و عیسیٰ کعیسٰکم و نبی کنبیکم کے یہ عبارت تحریر کی کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث مذکور صحیح اور معتبر ہے۔ اور زمین کے طبقات جدا جدا ہیں۔ اور ہر طبقے میں مخلوق خدا ہے اور حدیث مذکور سے ہر طبقہ میں انبیاء کا ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن اگر چہ ایک ایک خاتم کا ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہوتا ہے۔ مگر اس کا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین صلعم کے ثابت نہیں۔ اور نہ یہ میرا عقیدہ ہے۔ کہ وہ خاتم مماثل آنحضرت صلعم کے ہوں اس لیے کہ اولاد آدم جس کا ذکر ولقد کرمنا بنی آدم میں ہے۔ اور سب مخلوقات سے افضل ہے وہ اسی طبقہ کے آدم کی اولاد ہے۔ بالاجماع اور ہمارے حضرت صلعم سب اولاد آدم سے افضل ہیں تو بلا شبہ آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوئے۔ پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات میں داخل ہیں۔ آپ کے مماثل کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ انتہی اور باوجود اس تحریر کے زید یہ کہتا ہے کہ اگر شرع سے اس کے خلاف ثابت ہوگا تو میں اسی کو مان لوں گا۔ میرا اصرار اس تحریر پر نہیں پس علماء شرع سے استفتاء یہ ہے کہ الفاظ حدیث ان معنوں کو محتمل ہیں یا نہیں۔ اور زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق یا خارج اہل سنت و جماعت سے ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ خاتم النبیین و سید المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنے خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنے ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء

سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تأخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اسمیں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں ۱۲ اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجیے۔ باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعویٰ کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ اور جملہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں کیا تناسب تھا۔ جو ایک دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقعے تھے۔ بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے۔ جس سے تأخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے۔ اور افضلیت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا مثال درکار ہو تو لیجیے زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف

۱۲ اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرنے میں مد

ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی یا اینہمہ یہ وصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جس کا تم کہو وہی موصوف بالذات ہوگا۔ اور اس کا نور ذاتی ہوگا کسی اور سے مکتسب اور کسی اور کا فیض نہ ہوگا۔ الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، چنانچہ خدا کے لئے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے یعنی ممکنات کا وجود اور کمالات وجود سب عرضی بمعنے بالعرض ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کبھی موجود کبھی معدوم کبھی صاحب کمال کبھی بے کمال رہتے ہیں اگر یہ امور مذکورہ ممکنات کے حق میں ذاتی ہوتی تو یہ انفصال و اتصال نہ ہوا کرتا علے الدوام وجود اور کمالات وجود ذات ممکنات کو لازم ملازم رہتے۔ سو اسی طور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے۔ یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں۔ اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔ غرض آپ جیسے نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ بشہادت۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ اور انبیاء کرام علیہ وعلیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کے اتباع اور اقتداء کا عہد کیا گیا، ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے علاوہ بریں بعد نزول حضرت عیسٰے کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے ادھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ علمت علم الاولین والاخرین بشرط فہم اسی جانب مشیر ہے شرح اس معمہ کی یہ ہے کہ اس ارشاد سے ہر خاص و عام کو یہ بات واضح ہے کہ علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور۔ لیکن وہ سب علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں سو جیسے علم سمع اور ہے اور علم بصر اور پر باایں ہمہ قوت عاقلہ اور نفس ناطقہ میں یہ سب علوم مجتمع ہیں ایسے ہی رسول اللہ صلعم اور انبیاء باقی کو سمجھئے۔ پر ظاہر ہو کہ سمع و بصر اگر مدرک عالم ہیں تو بالعرض

ہیں ورنہ مدرک حقیقی اور عالم تحقیقی وہ عقل اور نفس ناطقہ ہی ہے اسی طرح سے
عالم حقیقی رسول اللہ صلعم ہیں اور انبیاء باقی اور سا اولیاء اور علماء گذشتہ و مستقبل
اگر عالم ہیں تو بالعرض ہیں۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی اہل فہم جانتے ہیں کہ نبوت کمالات
علمی ہیں سے ہے کمالات عملی ہیں ہیں۔ الغرض کمالات ذوی العقول کل دو کمالوں
میں منحصر ہے ایک کمال علمی دوسرا کمال عملی اور بنا ر مدح کل انہیں دو باتوں پر
ہے۔ چنانچہ کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں نبیین اور صدیقین اور
شہداء اور صالحین جنمیں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال تو علمی ہے اور شہداء
اور صالحین کا کمال عملی انبیاء کو تو منبع العلوم اور فاعل اور صدیقین کو مجمع العلوم اور
قابل سمجھئے اور شہداء کو منبع العمل اور فاعل اور صالحین کو مجمع العمل اور قابل خیال
فرمائیے۔ دلیل اس دعویٰ کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو
علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی
ہو جاتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ اور اگر قوت عملی اور ہمت میں انبیاء امتیوں سے زیادہ بھی
ہوں تو یہ معنے ہوئے کہ مقام شہادت اور وصف شہادت بھی ان کو حاصل ہے مگر
کوئی ملقب ہوتا ہے* مرزا جانِ جاناں صاحبؒ شاہ غلام علی صاحبؒ شاہ ولی اللہ
صاحبؒ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ چاروں صاحبؒ جامع بین الفقر والعلم تھے پر
مرزا صاحبؒ اور شاہ غلام علی صاحبؒ تو فقیری میں مشہور ہوئے اور شاہ ولی اللہ
صاحبؒ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ علم میں وجہ اس کی یہی ہوئی کہ ان کے علم پر تو
ان کی فقیری غالب تھی اور ان کی فقیری پر ان کا علم اگرچہ ان کے علم سے ان کا علم یا
ان کی فقیری کم نہ ہو سو انبیاء میں سے علم عمل سے غالب ہوتا ہے اگرچہ ان کا عمل اور
ہمت اور قوت اوروں کے عمل اور ہمت اور قوت سے غالب ہو۔ بہرحال علم میں انبیاء
اوروں سے ممتاز ہوتے ہیں اور مصداق نبوت وہ کمال علمی ہی ہے جیسا کہ مصداق
صدیقیت بھی وہ کمال علمی ہے چنانچہ لفظ نَبَاءَ و صَدَقَ بھی ماخذ اوصاف مذکورہ ہے
اس بات پر شاہد ہے نَبَاء خود خبر کو کہتے ہیں۔ جو اقسام علوم یا معلوم میں سے ہے اور

* تو اپنے اوصاف غالبہ کے ساتھ ملقب ہوتا ہے۔

صدق اوصاف علم میں سے پرتو نبوت اور صدیقیت میں وہی فرق فاعلیت اور قابلیت
جو آفتاب و آئینہ میں وقت تقابل معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ حدیث مرفوع قولی
جس کا یہ مطلب ہے کہ جو میرے سینہ میں خدا نے ڈالا تھا میں نے ابوبکر کے
سینہ میں ڈال دیا۔ اس پر شاہد ہے مگر جیسے نبی کو نبی اس لیے کہتے ہیں کہ خبردار با
خبردار کرنے والا ہوتا ہے صدیق کو صدیق اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی عقل بجز
قول صادق قبول نہیں کرتی نہ قول صادق بے دلیل اس طرح قبول کر لیتا ہے جس
طرح مٹھائی کو معدہ اور قول باطل سے اس طرح گھبراتا ہے اور اس طرح اس کو رد
کرتا ہے جیسے مکھی کو معدہ رد کرتا ہے۔ یہی تھا کہ صدیق اکبر کو ایمان لانے کے لئے معجزہ
کی ضرورت نہ ہوئی علی ہذا القیاس مصداق شہید بدلالت حدیث وہ شخص ہے جو اعلاء
کلمۃ اللہ اور ترقی دین کے لئے جان دینے کو تیار ہو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے جو کسی نے پوچھا کہ بعضے آدمی طمع مال میں لڑتے ہیں اور بعضے بوجہ عصبیت
یعنی بوجہ قرابت و حمیت قومی اور بعضے بغرض ناموری ان میں سے شہید کون ہوتا
ہے تو آپ نے فرمایا۔ من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا غرض شہادت اس
صورت میں عوارض ہمت اور قوت عملی میں سے ہوتی اور شہید اول درجہ کا آمر بالمعروف
اور ناہی عن المنکر ہوا اور اسی وجہ سے شاید شہید کو شہید کہتے ہیں یعنے ہر روز
قیامت وہ شاہد ہوگا۔ کہ فلانا شخص حکم خدا مان گیا تھا۔ اور فلانے نے نہیں مانا
کیونکہ اس بات کی اطلاع جیسے آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر کو ہو سکتی ہے اتنی
اوروں کو نہیں ہو سکتی اور اس کی گواہی اسباب میں ایسی سمجھئے جیسے کسی مقدمہ میں
سرکاری ملازمان کی گواہی چنانچہ اس امت کے حق میں یہ فرمانا۔ کنتم خیر امۃ
اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر اور ادھر یہ ارشاد وکذالک
جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس غور کیجئے تو اسی جانب مشیر ہے
غرض شہید سے فیض عمل ہوتا ہے یعنی بھلے عمل اوروں سے کراتا ہے۔ اور برے
عملوں سے روکتا ہے۔ سو جو شخص اس سے مستفیض ہو وہ صالح ہے اور ظاہر ہے

کہ اہتمام اعمال کے باب میں وہی کر سکتا ہے جو خود اعمال میں پکا ہے سو بوسیلہ امر ونہی ہو یا بوسیلہ صحبت جس شخص کو افاضہ اعمال منظور ہو وہ تو شہید ہے اور جو اس سے مستفیض ہو وہ صالح جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو خود معلوم ہو گیا ہوگا کہ جب نبوت کمالات علمی میں سے ہوئی اور دربارۂ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موصوف بالذات ہوئی تو دربارۂ نبوت بھی آپ موصوف بالذات ہوں گے۔ اور یہ آیہ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم ہیں جو لفظ مصدق لما معکم ہے تو اس سے بعد لحاظ اس بات کے یہ خطاب تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ہے اور کلمۂ ما اس جگہ ایسا عام ہے کہ تمام علوم اور کتب کو شامل یہ بات اور بھی موجہ ہو جاتی ہے کہ نبوۃ کمالات علمی سے ہے کاور آپ جامع العلوم ہیں اور انبیاء باقی جامع نہیں غرض جو بات حدیث علمت علم الاولین سے ثابت ہوئی تھی مع شئے زائد آیہ مذکورہ سے ثابت ہے سو ایک تو یہی بات زائد ہے کہ نبوت کا کمالات علمی میں سے ہونا اس سے ظاہر ہے کیونکہ رسول کی صفت ہیں یہ فرمانا کہ مصدق لما معکم جو لاجرم منجملہ کمالات علمی ہے کیونکہ تصدیق علم ہی سے متصور ہے اس جانب مشیر کہ اس رسول کا علم ایسا عام ہوگا بھر بایں ہمہ لفظ رسول ہے بایں نظر کہ زبان عربی ہیں پیغامبر کو کہتے ہیں اور پیغام منجملہ امر و نواہی ہوتا ہے جو بیشک از قسم علوم ہے اس پر دال ہے اور عہد کا لینا جس سے آپ کا نبی الانبیاء ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پہلے ہی معروض ہو چکا ہے علاوہ بریں حدیث کنت نبیا وادم بین الماء والطین بھی اسی جانب مشیر ہے کیونکہ فرق قدم نبوت اور حدوث نبوت باوجود اتحاد نوعی خوب جب ہی چسپاں ہو سکتا ہے کہ ایک جا یہ وصف ذاتی ہو اور دوسری جا عرضی اور فرق قدم و حدوث اور دوام و عروض فہم ہو تو اس حدیث سے ظاہر ہے ہر کوئی سمجھتا ہے کہ اگر نبوت کا ایسا قدیم ہونا کچھ آپ ہی کے ساتھ مخصوص نہ ہوتا تو آپ مقام اختصاص ہیں یوں نہ فرماتے علاوہ بریں حضرات صوفیاء کرام کی یہ تحقیق کہ مربی روح محمدی صلعم بیقین اول یعنی صفت

علم ہے اور بھی اس کے موید ظاہر ہے کہ شاعر کی تربیت سے شعر آوے گا، اور طبیب کی تربیت سے فن طب اور محدث کی تربیت دربارہ حدیث مفید ہوگی۔ فقیہ کی دربارۂ فقہ ہو جس کی مربی صفت العلم ہو جو علم مطلق ہے مثل ابصار واسماع علم خاص و قسم خاص نہیں تو لاجرم فرد تربیت یافتہ اعنی ذات پاک محمدی صلعم بھی علم مطلق میں صاحب کمال ہوگی اور ظاہر ہے کہ مطلق میں تمام حصص خاصہ جو مقیدات میں ہوتی ہیں مندرج ہوتے ہیں سو یہ بعینہ مضمون علمت علم الاولین الخ ہے اور یہی وجہ ہوئی کہ معجزہ خاص جو ہر نبی کو مثل پروانہ تقرری بطور نبوت سند بنتا ہے اور بنظر ضروریات ہر وقت قبضہ میں رہتا ہے مثل عنایات خاصہ گروہ بیگاہ کا قبضہ نہیں ہوتا ہمارے حضرت صلعم کو قرآن ملا جو تبیانا لکل شئ ہے تاکہ معلوم ہو کہ آپ اس فن میں یکتا ہیں کیونکہ ہر شخص کا اعجاز اسی فن میں متصور ہے جس فن میں اور اس کے شریک نہ ہوں اور وہ اس میں یکتا ہو مثلاً خوشنویس کے سامنے اگر اور عاجز ہوتے ہیں تو اچھے خوش قطعہ کے لکھنے ہی میں عاجز ہوتے ہیں اور فنوں میں عاجز نہیں سمجھے جاتے بالجملہ رسول اللہ صلعم وصف نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض اس صورت میں اگر رسول اللہ صلعم کو اول یا اوسط میں رکھتے تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا حالانکہ خود فرماتے ہیں۔ ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا - اور کیوں نہ ہو یوں نہ ہو تو اعطاء دین منجملہ رحمت نہ رہے آثار غضب میں سے ہو جائے ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجہ کے علماء کے علوم ادنیٰ درجہ کے علماء کے علوم سے کمتر اور اَدوَن ہوتے ہیں تو مضائقہ بھی نہ تھا پر سب جانتے ہیں کہ کسی عالم کا عالی مرتبت ہونا مراتب علوم پر موقوف ہے یہ نہیں تو وہ بھی نہیں اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی سو اس صورت میں اگر

وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ محکم انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون کے جو بہ نسبت اس کتاب کے جس کو قرآن کہیے اور بشہادت آیہ و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئ جامع العلوم ہے کیا ضرورت تھی اور اگر علوم انبیاء متاخرین علوم محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا تبیان لکل شئ ہونا غلط ہو جاتا بالجملہ جیسے ایسے نبی جامع العلوم کے لیے ایسی ہی کتاب جامع چاہیے تھی تاکہ علو مراتب نبوت جو لاجرم علو مراتب علمی ہے چنانچہ معروض ہو چکا۔ ورنہ یہ علو مراتب نبوت بیشک ایک قول دروغ اور حکایت غلط ہوتی ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے چنانچہ اضافت الی النبیین باین اعتبار کہ نبوت منجملہ اقسام مراتب ہے یہی ہے کہ اس مفہوم کا مضاف الیہ وصف نبوت ہے زمانہ نبوت نہیں اور ظاہر ہے کہ در صورت ارادہ تاخر زمانی مضاف الیہ حقیقی زمانہ ہوگا اور امر زمانی اعنی نبوت بالعرض ہاں اگر بطور اطلاق عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور مرتبے سے عام لے لیجیے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی صلعم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی اور مجھ سے پوچھیے تو میرے خیال ناقص میں تو وہ بات ہے کہ سامع منصف انشاء اللہ انکار ہی نہ کر سکے سو وہ یہ ہے کہ تقدم تاخر یا زمانی ہوگا یا مکانی یا مرتبی یہ تین نوعیں ہیں باقی مفہوم تقدم و تاخر ان تینوں کے حق میں جنس اور ظاہر ہے کہ مثل چشم و چشمہ و ذات وغیرہ معانی لفظ عین ان تینوں میں یوں بعید نہیں جو مثل لفظ عین لفظ تقدم و تاخر و اختتام کو جو تاخیر کے آثار میں سے ہے بہ نسبت انواع مذکورہ مشترک کہیے جنس نہ کہیے مگر ان میں سے اول و آخر زمانی و رتبی تو مشخص ہوتا ہے یعنی اول و آخر اور آخر و اول نہیں ہو سکتا البتہ تقدم و تاخر مکانی کے لئے کسی مرجح کی ضرورت پڑتی ہے جس سے اول و آخر معلوم ہو جائے جیسے سقوف مسجد کے لئے قبلہ اور دیوار قبلہ ورنہ یہاں دوسری طرح سے لیجیے تو قضیہ منعکس ہو جائے گا جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب سنیے کہ ذات انبیاء علیہم السلام تو بذات خود اس قابل ہی نہیں کہ ان

میں تقدم و تاخر کی گنجائش ملے ہاں بواسطہ زمان و مکان و مراتب۔ البتہ مقدم و موخر کہہ سکتے ہیں بہر حال حذف مضاف کی ضرورت ہوگی سو لفظ زمان کی جا پر اگر موصوف و تاخر بھی کوئی مفہوم عام ہی تجویز کیا جائے تو بہتر ہے بلکہ ضرور ہے کیونکہ حذف بے قرینہ دالہ علی المحذوف الخاص دلائل تعمیم میں سے ہے یہی وجہ ہے کہ للہ الامر من قبل و من بعد اور اللہ اکبر میں کل شئی یا من کل شئی محذوف سمجھا جاتا ہے بہر حال مؤنتہ دونوں صورت میں برابر لفظ زمان ہو یا کوئی مفہوم عام پر تخصیص زمان ہی کیا ہے اس صورت میں ہر نوع میں مفہوم خاتمیت نئی طرح ظہور کرے گا جیسے آیہ۔ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن میں مفہوم رجس جنس عام ہے کہ اس کے لئے خمر بھی ایک نوع ہے اور میسر وغیرہ بگڑی وہاں رجس نے اور طرح ظہور کیا یہاں اور طرح یعنی خمر میں نجاست ظاہری بھی ظاہر ہوئی اور انواع باقیہ میں فقط نجاست باطنی ہی رہی ہو جیسے علت اختلاف ظہور مذکور یہ ہوئی کہ یہاں فعل شرب شراب کے باعث ممنوع ہوا اس لئے پانی وغیرہ کا پینا ممنوع نہیں تو یہاں تو رجس صفت اصلی جسم شراب کی ہوگی اور میسر وغیرہ میں اشیاء معلومہ اعمال کے باعث بری ہوئیں کیونکہ اشیاء معلومہ آلات افعال معلومہ ہیں اس لئے رجس صفت اصلی افعال کی ہوگی سوان کی ناپاکی وہی نجاست باطنی مگر جیسے افعال اور شراب میں فرق ہے اور پھر وصف رجس میں متحد ایسی ہی یہاں قصہ ہے بلکہ یہاں تینوں نوعوں کا موصوف بہ تقدم و تاخر ہونا ایسا ظاہر ہے جیسا شراب کا موصوف برجس ہونا مثل اتصاف افعال برجس خفی اور محل تجوز نہیں سو اگر یہاں خاتم مثل رجس جنس عام رکھا جائے تو بدرجہ اولیٰ قابل قبول ہے اس میں خاتمیت زمانی اور مرتبی کو تو ضرورت تعیین مبدا تقدم نہیں ہاں مکانی میں ہے سو نفیاس تاخر مرتبی یہاں بھی نیچے سے شروع سمجھا جائے گا۔ اور زمین علیا اختتام ہوگا۔ سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحات نبوی مثل۔

انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی اوکما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا اب دیکھئے کہ اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی اور نیز اس صورت میں جیسے قرأت خاتم بکسر التاء چسپاں ہے ایسے ہی قرأت خاتم بفتح التاء بھی نہایت درجہ کو بے تکلف موزوں ہو جاتی ہے کیونکہ جیسے خاتم بفتح التاء کا اثر اور نقش مختوم علیہ میں ہوتا ہے ایسے موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوتا ہے حاصل مطلب آیہ کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوت معروفہ تو رسول اللہ صلعم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوۃ معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد ہے کیونکہ اوصاف معروض موصوف بالعرض موصوف بالذات کے فرع ہوتے ہیں۔ موصوف بالذات اوصاف عرضیہ کی اصل ہوتا ہے اور اور وہ اس کی نسل اور ظاہر ہے کہ والد کو والد اور اولاد کو اولاد اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ یہ اس سے پیدا ہوتے ہیں وہ فاعل ہوتا ہے چنانچہ والد کا اسم فاعل ہونا اس پر شاہد ہے اور یہ مفعول ہوتے ہیں چنانچہ اولاد کو مولود کہنا اس کی دلیل ہے

سو جب ذات بابرکات محمدی صلعم موصوف بالذات بالنبوۃ ہوئی انبیاء باقی موصوف بالعرض تو یہ بات اب ثابت ہو گئی کہ آپ معنوی ہیں اور انبیاء باقی آپ کے حق میں بمنزلہ اولاد معنوی اور امتیوں کی نسبت لفظ رسول اللہ میں غور کیجئے تو یہ بات واضح ہے پر آیہ النبی اولی بالمومنین دلانے کی ضرورت ہے محمد رسول اللہ صلعم

کو صغریٰ بنائیے اور النبی اولیٰ بالمؤمنین کو کبریٰ دیکھیے یہ نتیجہ نکلتا ہے یا نہیں صورت اس کی یہ ہے کہ النَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ کو بعد لحاظ صلہ من انفسہم کے دیکھیے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلعم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنے اقرب ہے اور اگر بمعنے احب یا اولیٰ بالتصرف ہو تب بھی یہی بات لازم آئے گی۔ کیونکہ احبیت اور اولویت بالتصرف کے لئے اقربیت تو وجہ ہو سکتی ہے پر بالعکس نہیں ہو سکتا دلیل سنئیے اول یہ بات سنئیے کہ ایسی اقربیت جو اپنی حقیقت سے بھی زیادہ ہو بجز موصوف بالذات کے کہ موصوف بالعرض یا وصف عارض کی نسبت اور کسی کو کسی کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ ربط افاضہ اگر بین الشیئین نہیں تب تو باعتبار اصل حقیقت استثنا، اور تباین ہوگا اگرچہ دونوں ایک موصوف میں اتفاقاً مجتمع ہوں اتنا قرب کجا اور اگر ربط افاضہ بین الشیئین ہے یعنی ایک موصوف بالذات اور دوسرا موصوف بالعرض ہے تو لاجرم موصوف کے ساتھ بحیثیت وصف عارض اور خود وصف عارض محتاج موصوف بالذات ہوتے ہیں سو وصف عارض کو جو تشخص حاصل ہوتا ہے بعد تحقق حاصل ہوتا ہے اور علیٰ ہذا القیاس اور ایک تشخص بھی بعد ادراک اصل وجود ہوتا ہے۔ چنانچہ دور سے کسی کو دیکھئے تو ایک موجود مبہم ہوتا ہے جس کا انطباق ہزاروں احتمالوں پر متصور ہے پر جوں جوں قریب آتا جاتا ہے وہ ابہام مرتفع ہوتا جاتا ہے اور تمیز جو ادراک تشخصات پر موقوف ہے حاصل ہوتی جاتی ہے سو جب حالت بعد میں یہ حال ہے تو حالت قرب میں تو اس امر مبہم کو اور بھی وضاحت ہو جائیگی جس کی وجہ سے تقدم علے ادراک التشخصات ضرور تر ہے۔ علاوہ بریں معلوم ہونا خود ایک وصف وجودی ہے اور معلومات کا معلوم ہونا ضروری جس کے معنے قطع نظر تقلید سے کر کے انصاف سے دیکھئے تو معلوم ہوتے ہیں کہ افاضہ وجود ذہنی عالم کی طرف سے اس پر ہوتا ہے اور وہ نور علم جو ذات عالم کے ساتھ ایسی طرح قائم ہے جیسے آفتاب کا نور آفتاب کے ساتھ اس کو ایسی طرح محیط

ہو جاتا ہے جیسے نور مذکور اشیاء مستنیرہ کو اور ظاہر ہے کہ عالم کو اگر ادراک معلومات ہوگا تو وہ ایسا ہی ہوگا جیسے فرض کرو آفتاب کو انوار خاصہ در و دیوار کا علم جن کو دھوپ کہتے ہیں سو اس میں سے نور مطلق جیسے صفت آفتاب ہے اور تثلیث اور تربیع وغیرہ تقطیعات دھوپ جو صحن خانوں وغیرہ کی طرف سے لاحق ہوتے ہیں اصل میں صفت صحن خانہا وغیرہ اور اس وجہ سے درصورت علم مفروض جو آفتاب کو حاصل ہوگا اور علم نور مطلق بایں وجہ کہ اپنی صفت ہے علم تقطیعات سے جو اوروں کی صفت ہے مقدم ہوگا۔ ایسے ہی نور علم مذکور صفت عالم ہے اور تشخصات معلومات صفات معلومات اس وجہ سے علم صفت خود جو عین علم ہے علم تشخصات سے مقدم ہوگا اور ظاہر ہے کہ نور آپ بذات خود منور ہے اور یہ تشخصات اور تعینات جو حقیقت میں معلوم ہیں کیونکہ مسمیٰ زید و عمرو وغیرہ یہ خصوصیات خاصہ ہیں جن کی وجہ سے باہم تباین ہے نہ وہ امر مشترک جس کو حقیقت انسانی کہیے منور بالعرض سو اس حرکت علم میں جب نور مطلق اول آیا اور حقیقت مذکورہ دوسری بار تو درصورت کہ مقصود بالعلم وہ حقائق ہی ہوں اور طالب علم خود صاحب حقیقت تو یوں کہنا پڑے گا کہ موصوف بالذات اس موصوف بالعرض سے اس کی حقیقت کی نسبت بھی زیادہ قریب ہے کیونکہ قریب وبعید کے دریافت کے لئے کمی بیشی فاصلہ ضرور ہے اور فاصلہ کے کم ہونے کی یہ علامت ہے کہ ادھر کو حرکت کیجئے تو زیادہ فاصلہ کی چیز سے پہلے آئے سو دیکھ لیجئے حرکت فکری میں اول دلیل آتی ہے۔ بعد مدلول اس لئے استدلال لمی میں بایں وجہ کہ دلیل جو حقیقت میں علت ہوتی ہے اول علت آئے گی۔ اور مطلوب بعد میں اس صورت میں دلیل یعنی علت کو مطلوب ہے بہ نسبت مطلوب کے بھی زیادہ قرب ہوگا مگر یہ قرب بہ نسبت معلول کے سوائے علت اور کسی کو نصیب نہیں کیونکہ اصل میں انفصال ہے گو اتصال ہو تو جہاں یہ قرب ہوگا یہی علیت معلولیت ہوگی اور وقت استدلال اگر خود معلوم سے اپنے ادراک کی طرف متوجہ ہوا اور مستدل باستدلال لمی ہو تو یہ بات صاف روشن ہو جائے گی کہ طالب کی ذات سے اس کی علت قریب ہے سو اگر مومنین کو اپنی

حقیقت کا ادراک مطلوب ہو گا تو بیشک اوّل رسول اللہ صلعم اس حرکت فکری میں آئیں گے پھر ان کی حقیقت باقی رہی دلیل انی وہ حقیقت میں دلیل ہی نہیں ہوتی بلکہ استدلال انی کے لئے ضرور ہے کہ اوّل استدلال لمی ہو لے اگر آفتاب کو علت نور نہ سمجھیں تو پھر نور سے وجود آفتاب پہ استدلال ممکن نہیں اور یہ سمجھنا کہ یہ علت ہے اور وہ معلول بھی استدلال لمی ہے استدلال ہی میں سو اس کے اور کیا ہوتا ہے الغرض وجود ذہنی معلول بھی علت کے وجود ذہنی پر ایسی طرح موقوف ہے جیسے اس کا وجود اس کے وجود خارجی پہ باقی استدلال انی میں علم تازہ نہیں ہوتا علم سابق کا استحضار ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ علت اپنے معلول میں بہ نسبت اس کی حقیقت کے جو تعینات اور تشخصات ہیں اور منجملہ لواحق اور توابع اور محتاج فی التحقیق اولیٰ بالتصرف ہے علی ہذا القیاس معلول کو اگر قابل محبت ہے اور جو محبت اپنی علت سے ہو گی جو اس کی اصل ہے اور اسی کا پرتو اس میں ہے چنانچہ مثال نور آفتاب سے ظاہر ہے وہ محبت تعینات سے کا ہے کو ہو گی۔ جو لواحق ہیں اور باہم اتفاقی ملاقات ہو گئی ہے اس صورت میں علت کو یہ نسبت اس کے معلول کے اگر احب الیہ من نفسہ کہا جائے تو بجا ہے غرض اولے یعنے اقرب ان دونوں معنوں کو مستلزم ہے۔ اور یہ دونوں اس کے منافی نہیں بلکہ اس کے تحقق پر ایسی طرح دال ہیں جیسے نور آفتاب پہ دلالت کرتا ہے سو جیسے طلوع آفتاب وجود نور پہ مقدم ہے۔ ایسے ہی تحقق اولیت یعنے اقربیت تحقق اولیت بالتصرف اور اولیت یعنے احبیت پر مقدم ہو گی۔ غرض اقربیت مذکورہ کا مابین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و امت مرحومہ ہونا بایں طور کہ آپ اقرب الی الامت مرحومت من انفسہم ہوں ضرور ہے اور یہ بجز اس کے متصور نہیں کہ آپ علت ہوں اور امت مرحومہ اعنی مومنین معلول اور ظاہر ہے کہ معلول میں جو کچھ ہوتا ہے فیض علت اور عطاء علت ہوتا ہے اس لئے اس کے لئے صیغہ مفعول تجویز کیا گیا۔ اس صورت میں علت میں ضرور ہے کہ وہ فیض

ذاتی ہو ورنہ وہاں بھی عرضی ہو تو کوئی اور ہی مفیض حقیقی ہوگا۔ کیونکہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ وصف عرضی خود بخود ہو جائے کوئی موصوف بالذات ضرور ہے سو وہی ہمارے نزدیک علت اصلی ہے۔ الغرض لفظ رسول اللہ جو مترادف نبی اللہ یا متضمن معنے نبی اللہ کو ہے جب صغریٰ بنائے تو بوجہ اجتماع شرائط ضروریہ جو شکل اول میں ہونی چاہئیں یہ نتیجہ نکلے گا کہ محمد اولے بالمومنین من انفسہم اور یہ بات اس بات کو مستلزم ہے کہ وصف ایمانی آپ میں بالذات ہو اور مومنین میں بالعرض۔ آپ اس امر میں مومنین کے حق میں والد معنوی ہیں یعنی اوروں کا ایمان آپ کے ایمان سے پیدا ہوا ہے۔ آپ کا ایمان اوروں کے ایمان کی اصل ہے اوروں کا ایمان آپ کے ایمان کی نسل اس تقریر پر وجہ عطف مذکور اور استدراک مسطور خوب واضح ہوگئی اس لئے اس مضمون کو یہیں ختم کرتا ہوں اگرچہ خوبی مزید توضیح اس بات کو تو مقتضی تھی کہ مثل علم ایمان کا ایک وصف فطری ہونا اور یہ بات کہ ایمان کمالات علمی میں سے ہے پر علم پر موقوف اور نبوت کمالات علمی میں سے ہے پر علم کو مستلزم اور نیز یہ امر کہ انبیاء کس بات میں آپ کے ساتھ علاقہ مولودیت رکھتے ہیں اور امت کس بات میں اور پھر کیوں لفظ مشیر تولد مومنین کو لفظ مشیر تولد انبیاء سے مقدم رکھا یہ باتیں بیان کرتا اور حسب فہم موجہ کر جاتا پر باندیشہ تطویل قدر ضرورت پر اکتفا کرکے عرض پرداز ہوں کہ اطلاق خاتم اس بات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہوتا ہے جیسے انبیاء گذشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گذشتہ ہوں یا کوئی اور اسی طرح اگر فرض کیجے آپکے زمانہ میں بھی اس زمین یا کسی اور زمین یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا۔ اور اس کا سلسلہ نبوت بہر طور آپ پر مختتم ہوگا اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہو گیا تو پھر

سلسلہ علم و عمل کیا چلے۔ غرض اختتام اگر بایں معنے تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔ بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ مگر جیسے اطلاق خاتم النبیین اس بات کو مقتضی ہے کہ اس لفظ میں کچھ تاویل نہ کیجیے اور علی العموم تمام انبیاء کا خاتم کہیے۔ اسی طرح اطلاق لفظ مثلہن جو آیہ اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت والارض مثلہن یتنزل الامر بینہن ط میں واقع ہے اس بات کو مقتضی ہے کہ سوا تباین ذاتی ارض و سما جو لفظ سمٰوٰت اور لفظ ارض سے مفہوم ہے اور ان دونوں لفظوں کا ذکر کرنا اس باب میں بمنزلہ استثناء ہے اور نیز علاوہ اس تباین کے جو بوجہ اختلاف لوازم ذاتی یا اختلاف مناسبات ذاتی خواہ منجملہ لوازم وجود ہوں یا مفارق بین السماء والارض متصور ہے۔ اور بالالتزام مستثنیٰ ہے بجمیع الوجوہ بین السماء والارض مماثلت ہونی چاہیے سو اس میں سے مماثلت فی البعد اور فوق و تحت ہونے میں مماثلت تو اسی حدیث مرفوع سے معلوم ہوتی ہے جس سے تحقق سبع ارضین معلوم ہوا ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے بحوالہ امام ترمذی اور امام احمد باب بدء الخلق میں اس کو روایت کیا ہے اور ترمذی میں کتاب التفسیر میں سورۂ حدید کی تفسیر میں روایت کیا ہے وہ حدیث یہ ہے۔

(عن ابی ھریرۃ قال بینما نبی اللہ صلعم جالس واصحابہ اذ اتی علیہم سحاب فقال نبی اللہ صلعم ھل تدرون ما ھذا قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ھذہ العنان ھذہ روایا الارض یسوقہا اللہ الی قوم لا یشکرونہ ولا یدعونہ ثم قال ھل تدرون ما فوقکم قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال فانہا الرقیع سقف محفوظ و موج مکفوف ثم قال ھل تدرون ما بینکم وبینہا قال اللہ ورسولہ اعلم قال بینکم وبینہا خمس مائۃ عام ثم قال ھل تدرون ما فوق ذالک قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال سماءان بعد ما بینہما خمس مائۃ سنۃ ثم قال کذالک حتی عد سبع سمٰوٰت

ما بین کل سمائین ما بین سماء الارض ثم قال ھل تدرون ما فوق ذالک قالو اللہ و رسولہ اعلم قال ان فوق ذالک العرش وبینہ و بین السماء بعد ما بین السمائین ثم قال ھل تدرون ما الذی تحتکم قالو اللہ و رسولہ اعلم قال انہا الارض ثم قال ھل تدرون ما تحت ذالک قالو اللہ و رسولہ اعلم قال ان تحتہا ارضا اخری بینہما مسیرۃ خمسمائۃ سنۃ حتی عد سبع ارضین بین کل ارضین مسیرۃ خمسمائۃ سنۃ ثم قال والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی لہبط علی اللہ ثم قرء ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم۔ رواہ احمد والترمذی انتہی۔

اس حدیث کے علاوہ اس کے کہ یہ زمین سب میں اوپر ہے سات زمینوں کا ہونا اور وہ بھی نیچے اوپر ہونا اور ہر ایک زمین سے دوسری زمین تک ساتوں زمینوں میں پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہونا بتصریح ثابت ہے، غرض یہ تین مماثلتیں تو اسی حدیث بتصریح معلوم ہو گئیں جس کے معلوم ہونے سے یہ خیال کہ بعد منہائی تبائن مذکور کے اور سب باتوں میں بشہادت اطلاق و عموم کلام ربانی مماثلہ مراد ہے اور بھی قوی ہو گیا اور کیوں نہ ہو اول تو مثلہن بھی اس کلام اللہ میں جس میں لفظ خاتم النبیین جس کی اطلاق اور نبیین کی عموم کے باعث کسی نے آج تک ائمہ دین میں سے اس میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کا کرنا جائز نہ سمجھا توراۃ و انجیل یا کسی پنڈت کی پوتھی میں نہیں جو احتمال تحریف و افتراء ہو پھر تس پر حدیث مذکور اس قدر مصدق خیال مذکور علاوہ بریں مقابل کعبہ وارض آسمان میں بیت المعمور کا ہونا اور پھر باین نظر کہ مقابل کعبہ اوپر کہیں تک جاؤ اور نیچے تحت الثریٰ تک تو کعبہ ہی ہے خیال مماثلت کو اور دو چند مستحکم کرے دیتا ہے بایں ہمہ اطلاق مماثلت میں مزید رفعت مراتب نبوی صلعم ہے یہاں تک کہ اگر اطلاق مذکور کو تسلیم نہ کیجئے تو رسول اللہ صلعم کی

عظمت اور رفعت کے سات حصوں میں سے کل ایک ہی باقی رہ جائے اور چھ حصے عظمت کم ہو جائے۔ چنانچہ انشاء اللہ قریب ہی یہ معمہ حل ہوا چاہتا ہے۔ خیر اصل مطلب یہ ہے جب یہ بات ثابت ہوئی کہ سات آسمان ہیں اور وہ بھی اوپر نیچے کیفما اتفق داہنے بائیں آگے پیچھے واقع ہیں اور ہر ایک میں پانچ سو برس کا فاصلہ نکلا اور اسی طرح زمینوں کا حال ہو تو یہ بھی یقینی سمجھنا چاہیے کہ جیسے ساتوں آسمانوں میں آبادی ہے اور پھر اوپر کے آسمان والے نیچے کے آسمان والوں پر حاکم ایسے ہی ساتوں زمینیں بھی آباد ہوں گی اور اوپر کی زمین والے نیچے کی زمین والوں پر حاکم ہوں گے۔ دلیل حکومت اہل سمٰوت فوقانی اول تو یہ حدیث ترمذی کی ہے۔

قال الترمذی فی ابواب التفسیر فی تفسیر سورۃ سبا ثنا نصر بن علی الجھضمی ثنا عبد الاعلی ثنا معمر عن الزھری عن علی بن حسین عن ابن عباس قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فی نفر من اصحابہ اذ رمی بنجم فاستنار فقال رسول اللہ صلعم ماکنتم تقولون لمثل ھذا فی الجاھلیۃ اذا رأیتموہ قالوا کنا نقول یموت عظیم او یولد عظیم فقال رسول اللہ صلعم فانہ لا یرمی بہ لموت احد ولا بحیاتہ ولکن ربنا تبارک اسمہ وتعالیٰ اذا قضی امرا سبح حملۃ العرش ثم سبح اھل السماء الذین یلونھم ثم الذین یلونھم حتی یبلغ التسبیح الی ھذہ السماء ثم سأل اھل السماء السادسۃ اھل السماء السابعۃ ماذا قال ربکم قال فیخبرونھم ثم یستخبر اھل کل سماء حتی یبلغ الخبر اھل السماء الدنیا وتخطف الشیاطین السمع فیرمون فیقذفون الی اولیائھم فما جاؤا بہ علی وجھہ فھو حق ولکنھم یحرفونہ ویزیدون ھذا حدیث حسن صحیح۔

اس مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حکم خداوندی ملائکہ کی نسبت جو کچھ

ہوتا ہے وہ اس ترتیب سے پہنچتا ہے سو یہ بات بعینہ ایسی ہے جیسے حکم بادشاہی
جو کچھ ملازمان ماتحت کی نسبت ہوتا ہے ان سے اوپر کے ملازموں کے واسطے
سے ان تک پہنچتا ہے چنانچہ سب کو معلوم ہے اور نیز مقتضائے حدیث دیگر
بھی یہی ہے، جو شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ العزیز نے تفسیر عزیزی
سورۂ بقر میں بذیل تفسیر آیہ ثم استویٰ الی السماء فسوٰھن سبع سمٰوٰت روایت کی
ہے چنانچہ فرماتے ہیں وابن المنذر از ابن عباس روایت کردہ است کہ،

سید السمٰوٰت السماء التی فیہ العرش وسید الارضین التی انتم علیھا

اس حدیث میں سے ایک تو مماثلت زائدہ معلوم ہوئی یعنی جیسے وہاں اوپر کا آسمان
افضل ہے کیونکہ عرش اس میں ہے یعنی اس سے متصل ہے یہاں اوپر کی زمین یعنی یہ
زمین افضل ہے دوسرے بدلالت التزامی یہ ثابت ہوا کہ اوپر کے آسمان والے
نیچے والوں پر حاکم ہوں کیونکہ افضلیت سمٰوٰت ظاہر ہے کہ باعتبار افضلیت مکان
ہے سو نوع واحد میں افضلیت اس بات کو مقتضی ہے فرد افضل واکمل موصوف بالذات
ہو کیونکہ موصوف بالذات کی طرف سے تو نوع واحد میں تفاوت افراد ممکن نہیں اسلئے
کہ وہ ایک ہوتا ہے، اور جہاں دو نظر آتے ہیں بایں نظر نوع واحد میں تعدد و ترکیب
کو مقتضی ہے تاکہ اتحاد امر مشترک کی طرف راجع ہو اور تباین امور متباینہ کی طرف
پھرا انجام کار وحدت لازم آجاتی ہے، اس صورت میں لاجرم یہ اختلاف وتفاوت
معروض اور قابل کی طرف سے ہوگا کیونکہ حوادث میں جتنے اختلاف ہیں وہ انہیں دو
کی طرف یا ان کی متممات کی طرف جیسے آلات وشرائط ہیں منسوب ہوتی ہیں بوجہ
تنگی مقام زیادہ شرح سے معذور ہوں بایں ہمہ اہل فہم کے واسطے یہ مضامین
معروض ہوئے ہیں ان کو اتنا بھی کافی ہے الغرض یہ اختلاف وتفاوت معروضات
کی جانب ہوگا، مگر ظاہر ہے کہ اس صورت میں فرد اکمل واسطہ فی العروض ہوگا
جو اپنے معروضات کے حق میں موصوف بالذات ہوتا ہے اگرچہ کسی اور کی نسبت
وہ بھی معروض ہو جیسے آئینہ وقت نور افشانی در و دیوار اگر دیوار کی نسبت واسطہ

فی العروض اور موصوف بالذات ہے تو آفتاب کی نسبت خود معروض ہے سو ایسے ہی امور مبحوث عنہا میں سمجھئے دوسرے بحکم عدل افضلیت بالضرور اس بات کو مقتضی ہے کہ جو افضل ہو وہ باقیوں پر حاکم ہو علاوہ بریں حسن انتظام خداوندی جو ہر نوع میں نمایاں ہے اس بات کو مقتضی ہے کہ جیسے افراد کا سلسلہ نوع پر اور انواع کا سلسلہ جنس پر ختم ہوتا ہے اور اس وجہ سے جنس کے احکام و آثار انواع میں اور انواع کے احکام و آثار افراد میں جاری و ساری ہیں یہ استقلال جو ہر فرد ذوی العقول میں گو نہ نمایاں ہے اور اس وجہ سے وہ انتظام جو ان کے متحد ہو جانے اور ان کے اجتماع پر موقوف ہے باطل ہو جاتا ہے کسی ایک آدمی کے متعلق کر کے اس مستقل اعظم قرار دیا جائے جس کے سامنے یہ استقلال فرادی فرادی والے محتاج نظر آئیں سو اسی کا نام حکومت ہے بلکہ وجہ تکثر افراد کی غور سے کی جائے تو وہ عروض ہے کیونکہ اگر کلی کو معروضات کے ساتھ عروض نہ ہو تو یہ تعدد افراد ہرگز ظاہر نہ ہو اور اس صورت میں مناسب یوں ہے کہ موصوف بالذات معروض پر بشرطیکہ قابلیت حکومت و محکومیت رکھتے ہوں حاکم ہو تاکہ متبوعیت باطنی در صورت متبوعیت ظاہری منجملہ وضع الشئی فی محلہ سمجھی جائے پھر فوقیت و تحتیت باوجود اتحاد نوعی بحکم عدل و حکمت اس بات کو مقتضی ہے کہ جیسے فرد تنزل جنسی ہوتا ہے اس طرح ارواح ملائکہ سافل تنزل ارواح ملائکہ عالی ہوں تو بہت مناسب ہے تاکہ یہ تکثر اور فوقیت و تحتیت دونوں صحیح ہوں اس لئے کہ تنزل مرتبہ بھی مثل تکثر بجز عروض ممکن نہیں چنانچہ افراد کی تنزل نوعی ہونے سے اور انواع کے تنزل جنسی ہونے سے یہ بات ظاہر ہے تنزل و تکسر متلازم ہیں اور عروض پر موقوف اور عروض کا قصہ آپ سن ہی چکے ہیں کہ موصوف بالذات موصوف بالعرض پر جیسے باعتبار ظہور و نفوذ احکام یعنے آثار حاکم ہوتا ہے ایسے ہی باعتبار حکومت بھی حاکم ہونا چاہیئے اس صورت میں کیفیت حال یہ ہو گی کہ ارواح سافلہ جو مرتبہ تکثر میں پیدا

ہوتی ہیں اور درجہ میں بھی نیچے ہیں ارواح صغیرہ و حقیرہ ہوں اور ارواح عالیہ
جو درجہ میں عالی اور وحدت اور مبدا کی جانب ہیں ارواح عظیمہ و کبیرہ ہوں غرض
جب مجموعہ حصص کو لیجیے تو ایک روح اعظم مثل رب النوع ہو اور جدا جدا حصے
کر لیجیے تو روح صغیرہ پیدا ہو سو جب مرتبہ صغیرہ میں روحانیت ہے چنانچہ افراد
کے ملاحظہ سے یہ ظاہر ہے تو مرتبۂ عظمت میں روحانیت کیوں نہ ہوگی کیونکہ
وصف ذاتی حالت اجتماع حصص میں تو اور بھی زیادہ قوی ہوتا ہے سو یہ اجتماع
حصص اگر ہوتا ہے تو موصوف بالذات ہی میں ہوتا ہے معروض میں نہیں ہوتا
کسی صحن میں پورا نور نہیں البتہ آفتاب میں سب حصے فراہم ہیں اس لیے مراتب فوقانی
میں ارواح عظیم ہوں گی اور مراتب تحتانی میں ارواح صغیرہ اور اس وجہ سے
فوق و تحت خارجی و ظاہری بھی ملحوظ رہنا چاہیے تاکہ ظاہر و باطن متناسب رہیں
بالجملہ وحدت نوعی و تکثر افرادی اور پھر فرق فوق و تحت باعتبار قانون عدل و حکمت
اگر درست ہو سکتا ہے تو یوں ہو سکتا ہے جس طرح سے عرض کیا کہ ارواح عالیہ
ارواح سافلہ کے لیے موصوف بالذات ہوں اور افضل ترین ملائکہ فلک ہفتم کوئی
ایک مالک ہو جس کی روح منبع ارواح الملائکہ باقیہ فلک ہفتم بھی ہو اور منبع روح
فرد افضل ترین ملائکہ فلک ششم بھی ہو کر پھر اس کی روح مع ارواح باقیہ فلک
ششم اور فرد اکمل ملائکہ فلک پنجم علیٰ ہذا القیاس اور فرد اکمل ملائکہ فلک ہفتم کا
ملائکہ اور فلک ہفتم کے لیے بھی منبع ہونا اور فرد اکمل ملائکہ فلک ششم کے لیے
بھی منبع ہونا اور پھر ان کا اوپر ہونا اور فقط تابع ہونا اور اس کا نیچے ہونا اور
متبوع و منبع ملائکہ باقیہ فلک ششم بھی ہونا ایسا ہو جیسے آفتاب کا بہ نسبت آئینہ
واقع فی الصحن اور بہ نسبت دھوپ سقف منبع ہونا ظاہر ہے کہ دھوپ اوپر
ہے مگر چونکہ منبع النور نہیں فقط تابع ہی ہے متبوع نہیں اور آئینہ منور بایں نظر کہ
در و دیوار کے حق میں منبع النور بھی ہو گیا ہے تو ان کے حق میں متبوع بھی ہے
مگر یہی صورت اس وقت باہم زمینوں کی بھی ہو گی کہ ساتوں آباد بھی

ہوں گی اور اوپر کے زمین کی فرد اکمل اعنی محمد رسول اللہ صلعم کی روح پاک جیسے ارواح انبیاء و مومنین کے لئے منبع ہوگی ایسے ہی فرد اکمل زمین ثانی کے لیئے بھی منبع ہوگی۔ اور اس کی روح پاک باقی اس زمین کے سکان کے لئے بھی منبع ہوگی اور فرد اکمل زمین سوم کے لئے بھی منبع ہوگی علی ہذالقیاس نیچے زمین تک خیال کرلو اور تقریر سے یہ وہم بھی مرتفع ہوگیا کہ یہاں کا ہر ہر فرد حاکم و متبوع تھا اور ارض ماتحت کی افراد مقابلہ و متناظرہ اپنے اپنے نظائر کے تابع بلکہ فقط فرد اکمل کا متبوع ہونا اور ارض سافل کے فرد اکمل کا اس کی نسبت اول تابع اور اس کے سبب افراد باقیہ کا تابع ہونا سمجھا جاتا ہے مثال مطلوب ہے تو اول آفتاب اور آئینہ کے سوال پر غور کیجئے اوپر کی دھوپیں ان دھوپوں کی اصل نہیں جو آئینہ صحن سے پیدا ہوئے ہیں دوسرے دیکھئے لاٹ تو لفٹنٹ پر مثلاً حاکم ہے اس کی اردلی کے لوگ اس کی اردلی کے حاکم نہیں البتہ لاٹ بواسطہ لفٹنٹ ان پر بھی حاکم ہے جیسے آفتاب بواسطہ آئینہ نیچے کی دھوپوں کا بھی مخدوم تھا اس تقریر پر نیچے کی زمین سے سلسلہ نبوت شروع ہوگا اور رسول اللہ صلعم کے اوپر وہ سلسلہ ختم ہوگا جیسے یہاں کی نبوت کا سلسلہ بھی آپ ہی پر اختتام پاتا ہے اتنا فرق ہے کہ یہاں انبیاء باقیہ میں باہم نسبت حکومت و محکومی محض باشارہ عقلی نہیں نکال سکتے اور نیچے کی زمین سے جو سلسلہ شروع ہوا ہے اس میں باشارہ عقلی ہم کہہ سکتے ہیں کہ دوسرے زمین والے تیسری زمین والوں پر حاکم ہیں۔ اور تیسری زمین والے چوتھی زمین والوں پر علے ہذالقیاس سو اس فرق کی تصحیح اگر مثال سے منظور ہے تو سنیئے کہ ہم بادشاہ کو لاٹ پر اور لاٹ کو لفٹنٹ پر حاکم تو فقط اتنی ہی بات کے بھروسہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو ان مراتب کا باہم فوق و تحت ہونا معلوم ہے پر لاٹ یا لفٹنٹ کے محکمہ اور عملہ میں یہ حکم برابر جاری نہیں کر سکتے۔ غرض ایک سلسلہ نبوت تو فوق تحت میں واقع ہے اور باعتبار فرق مراتب مکانی آسکے فرق مراتب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ایک سلسلہ نبوت ماضی و مستقبل میں واقع ہے اور باعتبار فرق مراتب زمانی اس کے فرق مراتب کی طرف سے کی گئی شرح اس کی یہ ہے کہ

اہل فہم پر روشن ہے کہ زمانہ ایک حرکت ارادہ خداوندی ہے اور یہی وجہ ہے کہ محققین صوفیہ کرام علیہ الرحمتہ تجدد امثال کے قائل ہوئے کیونکہ حرکت میں مقولہ حرکت کا ایک فرد ہر آن میں مجدد امتحرک کو عارض ہوتا ہے۔ والعاقل تکفیہ الاشارۃ اور یہی وجہ ہے کہ زمانہ مقدار حرکت ہے کیونکہ مقدار ہونے کیلئے تماثل اور تجانس ضرور ہے خط کے لئے مقدار خط ہی ہو سکتا ہے۔ اور سطح کے لئے مقدار سطح اور جسم کے لئے مقدار جسم یعنی وہ چیز جس سے کمی بیشی مساوات معلوم ہو وہ ہم جنس ہی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ خط کو سطح سے نہیں ناپ سکتے اور اگر ناپ بھی لیتے ہیں تو اس کی ایک بعد سے جو از قسم خط ہے ہوتا ہے علیٰ ہذا القیاس اگر جسم کو سطح یا خط سے ناپیں تو اس کو بھی ایسا ہی سمجھو بہرحال زمانہ ایک امتداد حرکت خداوندی ہے اگر اندیشہ تطویل نہ ہوتا تو انشاء اللہ اس بحث کو وا شگاف کر دکھلاتا پر کیا کیجے ذکر استطرادی بقدر ضرورت ہی زیبا ہے زیادہ نازیبا ہے۔ تس پر اہل فہم سے یہ امید ہے کہ فقط اشارہ ہی ان کو کافی ہو۔ مگر در صورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جاوے تو اس کے لئے کوئی مقصود بھی ہو گا جس کے آنے پر حرکت منتہیٰ ہو جائے۔ سو حرکت سلسلہ نبوت کے لئے نقطہ ذات محمدی منتہیٰ ہے اور یہ نقطہ اس ساق زمانی اور اس ساق مکانی کے لئے ایسا ہے جیسے نقطہ اس زاویہ تا کہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان زمین و زمان کو شامل ہے رہا یہ شبہ کہ زمانہ تو بعد ختم نبوۃ بھی باقی ہے اگر حقیقت زمانہ حرکت مذکورہ ہے تو لازم آتا ہے کہ مقصود تک ابھی نہیں پہنچے اور رسول اللہ صلعم افضل البشر نہ ہوں کیونکہ مقصود و مطلوب نہیں جو منتہاء حرکت مذکورہ ہو گا وہی افضل ہو گا سو یہ شبہ قابل اس کے نہیں کہ اہل فہم کو موجب تردد ہو مگر باہمہ دفع خلجان کے لئے یہ معروض ہے کہ ہر حادث زمانی کے لئے ایک عمر ہے جس کی وجہ سے محققان صوفیہ کرام ہر حادث میں قائل تجدد امثال ہوئے کیونکہ زمانہ ایک حرکت ہے چنانچہ اس کا متجدد و غیرہ الذات ہونا بھی اس کے مؤید ہے اس صورت میں مسافات متعدد ہیں اور حرکات متعدد منجملہ حرکات سلسلہ

نبوت بھی تھی سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلعم وہ حرکت مبدل بسکون ہوگئی البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کی ظہور کی ایک یہ بھی وجہ ہے غرض باعتبار زمانہ اگر شرف ہے تو مستقبل میں ہے کہ وہ ظرف مقصود ہے نہ یہ کہ زمانہ مستقبل فی حد ذاتہ اشرف ہے۔ اور باعتبار مکان بجانب فوقانی تاکہ فوقیت مراتب پر دلالت کرے باقی یہ فرق کہ بنی آدم کافر بھی ہوتے ہیں اور ملائکہ کافر نہیں ہوتے یا ملائکہ تعداد میں زیادہ ہیں اور بنی آدم کم سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فرق اطلاق مماثلت میں قادح نہیں یہ جو راقم سطور نے عرض کیا تھا کہ وقتیکہ جو مقتضائے اختلاف ماہیت ارض و سماء اور لوازم ماہیت ارض و سماء یا مناسبات ماہیت ارض و سماء میں سے ہو ملحوظ کرکے پھر تماثل دیکھنا چاہیے سو جیسے عظمت سماوات اور صغر زمین تشخصات و تعینات ارض و سماء میں داخل ہے۔ اور یہ اختلاف مفہوم ہی میں آگیا ایسے ہی بوجہ مناسبت اختلاف مقادیر سکان بھی ضرور ہے۔ ہاں اس صورت میں اگر یہاں کے سکان کو وہاں کے سکان کے ساتھ وہی نسبت ہو جو یہاں کی مقدار کو وہاں کی مقدار کے ساتھ ہر زمین کو اپنے مقابل کے ساتھ ہو تو عجب نہیں۔ اور اس صورت میں ممکن ہے کہ ساتویں زمین میں باشندے ہوں اور وہ زمین اس زمین سے ایسی چھوٹی ہو جیسے ساتویں آسمان سے یہ آسمان چھوٹا ہے۔ اور اگر سموات سب برابر ہیں تو زمینیں بھی سب برابر ہوں، رہا فرق اسلام اور کفر بنا اس فرق کی اختلاف لوازم ذاتی اور اختلاف مناسبات ذاتی پر ہے۔ پر علم تناسب بہایت درجہ کا غامض ہے۔ علم کامل تناسب تو خدا ہی کو ہے سو اس کے انبیاء اور صدیقین کو جو کہ بنی آدم اور مصداق ۔ ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا ہوتے ہیں کچھ ہو تو دیکھئے موافق آیہ اعطیٰ کل شئ خلقہ اور نیز بمقتضاء اس حکم و عدل فہیم جس کا ہونا خدا کی ذات پاک میں مثل توحید یقینی ہے یہ ضرور ہے کہ گیہوں کو اس کے مناسب برگ و بار اور جو کو اس کے مناسب انگور کو اس کے مناسب کھجور کو اس کے مناسب روح انسانی کو اس کے مناسب بدن اور روح حماری کو اس کے

مناسب علیا ہو لیکن قبل مشاہدہ علیات ہر نوع ایسا کوئی عاقل سمجھ میں نہیں آتا
کہ یہ بتلا وے کہ گیہوں کے ایسے شاخ و برگ و بار ہوں گے اور جو کے ایسے اور
انسان کا ایسا بدن ہو گا اور حمار کا ایسا غرض تناسب و مناسبت یقینی پر وجہ مناسبت
و تناسب معلوم نہیں علم الیقین عین الیقین جب ہے کہ ہم اندھوں کو وہ دیدہ
بصیرت عنایت ہو جس سے یہ فرق ایسا نمایاں ہو جائے جیسے اندھوں کو بینا ہو جانے
کے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ لال رضائی پر سبز گوٹ اور سبز رضائی پر لال گوٹ
پھبتی ہے سوا اس کے اور گوٹ زیبا نہ ہو گی بالجملہ جس چیز کو خدا نے کسی چیز کے
ساتھ جوڑ دیا ہے یا مقابل میں رکھا خالی کسی تناسب سے نہیں جب یہ بات معلوم ہو
گئی تو اب سنیئے کہ تشبیہ نسبت بہ نسبت جب ہی معلوم ہو سکتی ہے جب دو چیزوں
کا پہلے تناسب جدا معلوم ہو اور دو چیزوں کا جدا مثلاً دو کو چار کے ساتھ وہ
نسبت ہے جو ہزار کو دو ہزار کے ساتھ ظاہر ہے کہ اس تشابہ نسبت کا یقین بطور
عین الیقین یا حق الیقین جب ہی متصور ہے کہ دو اور چار کا تناصف بھی معلوم ہو اور
ہزار دو ہزار کا تناصف بھی معلوم ہو۔ الغرض تشبیہ نسبت بہ نسبت وحدت نوع
نسبت کو مقتضی ہے اور علم تشبیہ مذکور علم نوع مذکور۔ اور ظاہر ہے کہ وہ مماثلت
جو لفظ مثلہن سے بین السموات والارضین مفہوم ہے تشبیہ نسبت ہے جس کو تشبیہ
مرکب کہئے تشبیہ مفرد مفرد نہیں ورنہ زمین کو آسمان سے کیا مناسبت اور کیا مشابہت
اور اگر ہو بھی کوئی مناسبت اور ظاہر ہے کہ کوئی نہیں تو ہمیں کیا آیہ اللہ الذی خلق
سبع سموٰت و من الارض مثلہن میں بالیقین تشبیہ نسبت ہے اس لئے کہ کم
سے کم اگر نفس عدد میں مماثلت ہو گی تب معنے ہوں گے کہ اس مجموعے کے اجزاء
کو باعتبار کم منفصل اس مجموعہ سے وہ نسبت ہے جو اس مجموعہ کے اجزاء کو
باعتبار کم منفصل اس مجموعہ سے وہ نسبت ہے جو اس مجموعہ کے اجزا کو اس مجموعہ
کے اجزا سے اور اہل فہم جانتے ہیں کہ یہ تاویل نہیں کہ دھینگا دھینگی تشبیہ مفرد
کو مرکب بنا لینا ہے۔ بلکہ یوں کہیے کہ بتاویل مفرد بنا لیتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ

ہے کہ جملہ بتاویل مفرد ہو سکتا ہے پر مفرد میں بتاویل جملہ ممکن نہیں۔ سو کیوں نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ کثیر حقیقی کو تو بوسیلہ ہیئت اجتماعی واحد بنا سکتے ہیں پر واحد حقیقی کو کسی طرح کثیر حقیقی نہیں بنا سکتے سو یہاں دیکھ لیجئے کہ کیا ہے واحد حقیقی ہے یا کثیر حقیقی نہ عدد میں وحدت ہے نہ معدود میں اور باعتبار ہیئت اجتماعی وحدت ہو بھی تو وہ مقصود بالذات بالارادہ نہیں۔ البتہ عنوان مشبہ بہ اور عنوان مشبہ کہئے ورنہ اول تو من الارض مثلہن نہ فرماتے سبع ارضین فرماتے جس میں لفظ کم ہو جاتے معنے واضح ہو جاتے کنایہ سے بہر حال صراحت میں زیادہ وضاحت ہوتی ہے باقی اس لفظ میں کوئی اور خوبی زیادہ نہیں۔ مبالغہ فی عدد السبع متصور نہیں جو یوں ہی کہئے کہ الکنایۃ ابلغ من الصراحۃ سوا مماثلت فی العدد کہئے تو کلام از قبیل المعنے فی بطن الشاعر ہو جائے ذات وصفات کی بحث نہیں کہ الفاظ مستعملہ میں سے سوا اس لفظ کے ادائے معنے مقصود میں کام نہ دے ہاں اگر مساوات فی المقادیر ہوتی تو البتہ یہ محل اس لفظ کے لئے بہت عمدہ تھا دوسرے یہ تشبیہ نسبت اور علاوہ اس کے اور مناسبتیں اور مماثلتیں جو مذکور ہو چکیں اس طرح سے ہرگز برابر راست نہ آئیں۔ بالجملہ یہاں تشبیہ نسبت مقصود بالذات ہے اور ظاہر ہے کہ تشبیہ نسبت میں مشابہت اور مناسبت طرفین علاوہ نسبت مذکورہ ہرگز ضرور نہیں بلکہ ممکن ہے کہ نہایت درجہ کا بون بعید ہو۔ یہی وجہ ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنی ان نسبتوں کو جو مخلوق کے ساتھ حاصل ہیں ان نسبتوں کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے جو مخلوق کو مخلوق کے ساتھ ہوتی ہے۔ مثلاً فرماتے ہیں۔

ضرب لکم من انفسکم هل لکم مما ملکت ایمانکم من شرکاء فیما رزقناکم فانتم فیه سواء تخافونهم کخیفتکم انفسکم، یا فرماتے ہیں۔

اللّٰه نور السمٰوٰت والارض مثل نوره کمشکوٰة فیها مصباح المصباح فی زجاجة الزجاجة کانها کوکب دری یوقد من شجرة مبارکة زیتونة لا شرقیة ولا غربیة یکاد زیتها یضیء ولو لم تمسسه نار

نور علی نور ۔

علیٰ ہذا القیاس بہت جا تشبیہ نسبت مراد ہے تشبیہ مفرد نہیں اور اس صورت میں ہرگز نہ کسی طرح کا تجوز ہے نہ کسی طرح کی تاویل بلکہ جیسے دو روپیوں کو چار روپیوں کے ساتھ وہ نسبت ہے جو دو پہاڑوں کو چار پہاڑوں کے ساتھ یا ہزار جوتوں کو دو ہزار جوتوں کے ساتھ یا لوگارثم کے سلسلہ کو اپنے مقابل کے سلسلہ کے ساتھ یا مجذورات اعداد مرتبہ من الواحد الی غیر النہایہ کو اعداد مرتبہ کے ساتھ ہے اور اس تشبیہ میں باوجودیکہ طرفین کو نسبتین میں کچھ مناسبت ہی نہیں ہرگز کچھ مجاز نہیں بلکہ تشبیہ اپنے معنے حقیقی پر ہے ایسی ہی طرح آیۂ اللہ الذی میں خیال فرمائیے اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ ترکیبات روحانی اور جسمانی بنی آدم اور حیوانات ارضی وغیرہ کو ترکیبات روحانی و جسمانی ملائکہ افلاک کے ساتھ وہی نسبت ہو جو زمین کو فلک کے ساتھ اور یہ فرق کفر و اسلام نیرنگی تراکیب مختلفہ سے ہوا ہو توضیح کی ضرورت ہو تو دیکھئے جیسے اجسام بنی آدم میں ترکیب عناصر ہے اور ترکیب کو بوجہ مشاہدہ رطوبت یبوست حرارت برودت خواص اربعہ عناصر اربعہ دریافت کیا ہے ۔ کیونکہ خاصہ کا وجود اپنے ملزوم اور بہ کے وجود پر دلالت کرتا ہے ایسے ہی بوسیلہ خواص اربعہ یوں سمجھ میں آتا ہے کہ ارواح بنی آدم میں بھی چار عنصر سے ترکیب دی ہے وہ خواص اربعہ کیا ہیں ایک تو مضمون استکبار تھوڑا بہت سب میں مشہور ہے دوسرا مضمون خواہش تیسرا مضمون تاثر اور انفعال بھی قلیل کثیر سب میں ہے چوتھے استقلال علیٰ ہذا القیاس غصہ اور سبک حرکتی اور نرمی اور کسل بھی سب میں نظر آتی ہے علیٰ ہذا القیاس مضمون عصیان و انقیاد و نسیان و خطا بھی سب میں موجود ہے ۔ یہ بارہ چیزیں جو مذکور ہوئیں ان میں جن چار کو تو آتش و باد و آب و خاک کے ساتھ ایک مناسبت ہے اہل فہم خود سمجھ لیں گے با ایں ہمہ جیسے اختلاف مقادیر عناصر سے فرق حرارت و برودت و رطوبت و یبوست امزجہ بنی آدم پیدا ہوتا ہے ایسے ہی فرق مقادیر بلزو

مات خواص مذکورہ سے امزجہ روحانی میں عجیب عجیب ترکیبیں ظاہر ہوتی ہیں جن میں سے ایک مزاج کفر یا اسلام بھی ہے مگر باوجود مناسبت مذکورہ جو عناصر جسمانی اور عناصر روحانی میں مذکور ہوئی، تراکیب روحانی میں تو کفر و اسلام حاصل ہوتا ہے پر تراکیب جسمانی میں حاصل نہیں ہوتا سو اسی طرح اگر تناسب میں الملائکۃ و بنی آدم محفوظ رہے اور یہاں فرق کفر و اسلام نمایاں ہو وہاں نہ ہوں تو کونسی ایسی محال یا دشوار بات ہے جس کی وجہ سے اطلاق مماثلت سماء و ارض میں متامل ہو جیئے بالجملہ مماثلۃ بین السماء و الارض بجمیع الوجوہ ہے اور یہ فرق امزجہ ملائکۃ رحمۃ و ملائکہ عذاب و ملائکہ جنت و ملائکہ دوزخ و ملائکہ متعینہ قبض ارواح اس تناسب کی تصحیح کے لئے کافی ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال جب ان اوہام کی مدافعت سے فراغت پائی تو مناسب یوں ہے کہ پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کیجئے ناظرین اوراق جب بات سمجھ گئے ہیں کہ متضمن آیت اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت و من الارض مثلھن تشبیہ نسبت ہے تشبیہ مفرد نہیں جو تساوی مقادیر اجرام و ما فیہا لازم آئے تو یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہو گی کہ اگر بطور تشبیہ یوں کہا جائے کہ فرد اکمل فلک ہفتم کو افراد باقیہ فلک مذکور کے ساتھ وہ نسبت ہے جو فرد اکمل فلک ششم کو اس کے افراد باقیہ کے ساتھ با فراد اکمل زمین ہذا یعنے خاتم النبیین صلعم کو فرد اکمل زمین دوم سے اسی طرح تشبیہ دیں اور مراد یہ ہو کہ آپ کو حضرت آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسےٰ علیہم السلام کے ساتھ مثلاً وہ نسبت ہے جو فرد اکمل زمین دوم کو حضرت آدم وغیرہم علیہم السلام کے مقابل کے افراد زمین دوم کے ساتھ اور اسی طرح اور افلاک اور اراضی باقیہ سمجھ لو تو محبان نبوی جو فہم خدا داد بھی رکھتے ہیں متامل تو کیا ہوں گے برضا و رغبت اس مضمون کو قبول کریں گے کیونکہ قطع نظر اشارہ حسن انتظام خداوندی اور دلالت آیت اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت الخ اس صورت عظمت شان نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کس قدر ہے۔

اگر ہفت زمین کو بطور مذکور بہ ترتیب فوق و تحت نہ مانیے تو پھر عظمت و شان محمدی بہ نسبت اس قدر عظمت کے جو در صورت تسلیم ارا ضی ہفت گانہ بطور مذکور لازم آتی تھی چھ گنی کم ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ ہفت اقلیم کو اگر کوئی نادان فقط اسی اقلیم کا بادشاہ سمجھے جس میں وہ رونق افروز ہے تو یوں کہو اس کی عظمت کے چھ حصے گھٹا دیئے فقط ایک ہی پر قناعت کی غرض خاتم ہونا ایک امر اضافی ہے بے مضاف الیہ متحقق نہیں ہو سکتا سو جسقدر اس کے مضاف الیہ ہوں گے اسی قدر خاتمیت کو افزائش ہو گی جیسے بادشاہت ایک امر اضافی ہے محکوموں اور رعیت کی افزائش پہ اس کی ترقی اور عظمت موقوف ہے مگر ہاں کوئی نادان آجکل کے نوابوں کو دیکھ کر دھوکہ کھائے اور کہے کہ جیسے آجکل کے نواب بے ملک نواب ہیں ایسے ہی آنحضرت صلعم کی خاتمیت اور انبیاء کی محتاج نہیں جو اس کی ترقی اور افزائش کے لئے نبیوں کی تکثیر کی ضرورت ہو۔ بالجملہ کوئی نادان یا کوئی منافق ایسی باتوں کی تسلیم میں متامل ہو تو اہل فہم اور اہل محبت کو تو تامل نہیں ہو سکتا ہاں بوجہ عدم ثبوت قطعی نہ کسی کو تکلیف عقیدہ دے سکتے ہیں نہ کسی کو بوجہ انکار کافر کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس قسم کے استنباط امت کے حق میں مفید یقین نہیں ہو سکتے احتمال خطا باقی رہتا ہے۔ البتہ تصریحات قطعی الثبوت تو پھر تکلیف مذکور اور تکفیر مسطور دونوں بجا تو یہاں ایسی تصریحات درجہ قطعیت کو نہیں پہنچی یعنی نہ کلام اللہ میں ایسی تصریح ہے نہ کسی حدیث متواتر میں البتہ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے ایک اثر منقول ہے جو درجہ تواتر تک نہیں پہنچا نہ اس کے مضمون پر اجماع منعقد ہوا اس لئے تکلیف اعتقاد اور تکفیر منکران تو مناسب نہیں پر ایسے آثار کا انکار خصوصاً جب اشارۃ کلام ربانی بھی اسی طرف ہو خالی ابتداع سے ایسی باتوں کا منکر پورا اہل سنت وجماعت تو نہیں کیونکہ ائمہ حدیث نے اس کی تصحیح کی ہے اور جس نے اس کو شاذ کہا ہے جیسے امام بیہقی تو انہوں نے صحیح کہہ کے شاذ کہا ہے۔ اور اس طرح سے شاذ کہنا مطاعن حدیث میں سے نہیں سمجھا جاتا۔

کما قال السید الشریف فی رسالتہ فی اصول الحدیث قال الشافعی

الشاذ ما رواه الثقة مخالفا لما رواه الناس قال ابن الصلاح فيه تفصيل فما خالف مفرده احفظ منه واضبط فشاذ ومردود وان لم يخالف وهو عدل ضابط فصحيح وان رواه غير ضابط لكن لا يبعد عن درجة الضابط فحسن وان بعد فمنكر۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاذ کے دو معنے ہیں ایک تو یہ کہ روایۃ ثقہ مخالف روایت ثقات ہو دوسرے یہ کہ اس کا راوی فقط ایک ہی ثقہ ہو سو بایں معنے اخیر منجملہ اقسام صحیح ہے نہ مفسد صحیح چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی فرماتے ہیں۔

قال الشيخ عبد الحق المحدث الدهلوى فى رسالة اصول الحديث التى طبعها مولانا احمد على فى اول المشكوة المطبوعة بعض الناس يفسرون الشاذة بمفرد الراوى من غير اعتبار مخالفة الثقات كما سبق ويقولون صحيح شاذ وصحيح غير شاذ فالشذ وذ بهذا المعنى ايضا لا ينافى الصحة كالغرابة والذى يذكر فى مقام الطعن هو مخالف الثقات انتهى۔

یہ عبارت بعینہ وہی کہتی ہے جو میں نے عرض کیا سو لفظ شاذ سے کوئی صاحب دھوکہ نہ کھائیں۔ اور یہ نہ سمجھیں کہ جب اثر مذکور شاذ ہوا تو صحیح کیوں کر ہو سکتا ہے وہ شذوذ جو قادح صحت ہے بمعنے مخالف ثقات ہے چنانچہ سید شریف ہی رسالہ مذکور میں تعریف صحیح میں یہ فرماتے ہیں۔

هو ما اتصل سنده بنقل العدل الضابط عن مثله وسلم عن شذوذ وعلة ونعنى بالمتصل ما لم يكن مقطوعا باى وجه كان و بالعدل من لم يكن مستور العدالة ولا مجروحا و الضابط من يكون حافظا متيقظا و بالشذوذ ما يرويه الثقة مخالفا لما يرويه الناس و بالعلة ما فيه اسباب خفيفة غامضة قادحة۔

اس تقریر سے اہل علم پر روشن ہو گیا ہو گا کہ شذوذ بمعنے مخالف ثقات مراد نہیں

کیونکہ شذوذ بمعنے مخالف ثقات صحت کے لئے معنر ہے جو حدیث باں معنے شاذ ہے وہ صحیح نہیں ہو سکتی۔ بایں ہمہ مخالفت و عدم مخالفت کا عقدہ بھی تقریر گذشتہ سے کھل گیا۔ اگر اثر حضرت عبد اللہ بن عباس مخالف تھا تو جملہ خاتم النبیین کے مخالف تھا یا ان احادیث کے معارض تھا جو مبین اور مفسر معنے خاتم النبیین ہیں سو بعد مطالعہ تقریر گذشتہ اہل فہم کو تو انشاء اللہ تعالیٰ کچھ تردد نہ رہے گا کہ اثر مذکور موید و مثبت معنے خاتم النبیین ہے نہ مخالف بلکہ اثر مذکور کا غلط ہونا البتہ ثبوت خاتمیت میں بہت قادح ہے۔ اور کیوں نہ ہو در صورت انکار معلوم خاتمیت کے سات حصوں میں سے ایک ہی حصہ باقی رہجاتا ہے اس صورت میں مدعیان محبت نبوی سے ہمکو یہ توقع ہے کہ جیسا اس اثر کا انکار کرتے تھے اب اتنا ہی اقرار کریں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر انکار میں تو تکذیب رسول اللہ صلعم کا کھٹکا بھی تھا اقرار میں تو کچھ اندیشہ ہی نہیں بلکہ سات زمینوں کی جگہ اگر لاکھ دو لاکھ اوپر نیچے اسی طرح اور زمینیں تسلیم کرلیں تو میں ذمہ کش ہوں کہ انکار سے زیادہ اس اقرار میں کچھ دقت نہ ہوگی نہ کسی آیۃ کا تعارض نہ کسی حدیث سے معارضہ رہا اثر معلوم اس میں سات سے زیادہ کی نفی نہیں سو جب انکار اثر مذکور میں باوجود تصحیح ائمہ حدیث یہ جرارت ہے تو اقرار احتمی زائدہ از سبع میں تو کچھ ڈر ہی نہیں علاوہ بریں بر تقدیر خاتمیت زمانی انکار اثر مذکور میں قدر نبوی صلعم میں کچھ افزائش نہیں ظاہر ہے کہ اگر ایک شہر آباد ہو اور اس کا ایک شخص حاکم ہو یا سب میں افضل تو بعد اس کے کہ اس شہر کی برابر دوسرا ویسا ہی شہر آباد کیا جاوے اور اس میں بھی ایسا ہی حاکم ہو یا سب میں افضل تو اس شہر کی آبادی اور اس کے حاکم کی حکومت یا اس کے فرد افضل کی افضلیت سے حاکم یا افضل شہر اول کی حکومت یا افضلیت میں کچھ کمی نہ آجائے گی اور اگر در صورت تسلیم اور چھ زمینوں کے وہاں کے آدم و نوح وغیرہم علیہم السلام یہاں کے آدم و نوح علیہم السلام وغیرہم سے زمانہ سابق میں ہوں تو باوجود مماثلت کلی بھی آپ کی خاتمیت زمانے سے انکار نہ ہو سکے گا جو وہاں کے محمد صلعم کے مساوات میں کچھ حجت کیجئے ہاں گر خاتمیت معنے

اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ صلعم اور اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلعم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی ہی پر آپکی افضلیت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپکی افضلیت ثابت ہو جائیگی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے بالجملہ ثبوت اثر مذکور دونا مثبت خاتمیت ہے معارض و مخالف خاتم النبیین نہیں جو یوں کہا جائے کہ یہ اثر شاذ یعنے مخالف روایۃ ثقات ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا ہوگا کہ حسب مزعوم منکران اثر اس اثر میں کوئی علت غامضہ بھی نہیں جو اسی راہ سے انکار صحت کیجئے کیونکہ اول تو امام بیہقی کا اس اثر کی نسبت صحیح کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں کوئی علت غامضہ خفیہ قادح فی الصحۃ نہیں دوسرے شذوذ تھا تو یہی تھا کہ مخالف جملہ خاتم النبیین ہے۔ اور علت تھی تب یہی تھی۔ اگر اور کوئی آیت یا حدیث ایسی ہی جس سے سات سے کم زیادہ زمینوں کا ہونا انبیاء کا کم و بیش ہونا یا نہ ہونا ثابت ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ وجہ شذوذ یہ ہے مگر آج تک نہ کسی نے ایسی آیہ و حدیث سنی نہ مدعیوں نے پیش کی علے ہذا القیاس مضمون علت قادحہ کو خیال فرمائے آج تک سوا مخالفت مضمون مذکور کسی نے کوئی وجہ قادح فی الاثر المذکور پیش نہیں کی اور فقط احتمال بے دلیل اس باب میں کافی نہیں ورنہ بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی اس حساب سے شاذ و معلل ہو جائیں گی۔ اور نیز یہ بھی واضح ہو گیا ہوگا کہ یہ تاویل کہ یہ اثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔ یا انبیاء ارض ماتحت سے مبلغان احکام مراد ہیں ہرگز قابل التفات نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ باعث تاویلات مذکورہ فقط یہی مخالفت خاتمیت تھی۔ جب مخالفت ہی نہیں تو ایسی تاویلیں کیوں کیجئے جن مدلول معنے مطابقی سے کچھ علاقہ ہی نہیں باقی رہی یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانئے تو ان کی تحقیر نعوذ باللہ لازم آئے گی۔ یہ انہیں لوگوں کے خیال میں آسکتی ہے جو بڑوں کی بات فقط از راہ بے ادبی نہیں مانا کرتے۔ ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے المرء یقیس علی

نفسہ اپنا یہ وطیرہ نہیں نقصان شان اور چیز ہے اور خطا و نسیان اور چیز اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا۔ اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا ؂

گاہ باشد کہ کودک ناداں ‏ ‏ ‏ ‏ بغلط بر ہدف زند تیرے

ہاں بعد وضوح حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات میں نے کہی اور وہ اگلے کہہ گئے تھے میری نہ مانیں اور وہ پرانی بات گائے جائیں تو قطع نظر اس کے کہ قانون محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بہت بعید ہے ویسے بھی اپنی عقل و فہم کی خوبی پر گواہی دیتی ہے۔ پھر با ایں ہمہ یہ اثر اگرچہ بظاہر موقوف ہے مگر بامعنے مرفوع ہے۔ اس لئے کہ صحابی کا بطور جزم اُن امور کا بیان کرنا جن میں عقل کو دخل نہ ہو اہل حدیث کے نزدیک مرفوع ہوتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ صحابہ سب کے سب عدول اور پھر عدول بھی اول درجہ کے۔ تقویٰ میں ایسے پکے کہ اور کسی سے ان کی ریس نہیں ہو سکتی۔ پھر یہ کب ہو سکتا ہے کہ عمداً جھوٹ بولیں اور وہ بھی دین کے مقدمے میں ہاں بطور احتمال جیسا کہ استنباط میں ہوا کرتا ہے ایسی باتوں میں جن میں عقل کو مداخلت ہے دخل دیدینا ان سے ممکن ہے بلکہ واقع اوران سے کیا تمام اکابر سے یہ بات منقول ہے۔ مگر اثر مذکور کا بطور جزم ہونا اور مضمون مذکور کا عقلیات میں سے نہ ہونا ظاہر و باہر ہے سو جب اثر مذکور مرفوع ہوا اور سنداً اسکی صحیح آیت مذکورہ اس کی موید محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف مائل حسن انتظام جو ہر نوع میں مشہور ہے اس پر شاہد عظمت قدرت اس پر دال تس پر بھی انکار کیا جائے تو بجز اس کے کیا کہا جائے کہ امثال روافض و خوارج و اہل اعتزال ایسی باتیں کیا کرتے۔ ان فرقوں نے بھی بوجہ قصور فہم آیات والہ رویت و تقدیر و خلق و افعال میں تاویلیں کیں اور احادیث مصرحہ مضامین مذکورہ کو تسلیم نہ کیا بلکہ تکذیب سے پیش آئے سو جیسے آیات مذکورہ کی تاویلوں اور احادیث مذکورہ کی تکذیبوں کے باعث اہل حق نے ان کو دائرہ اہل سنت و جماعت سے خارج سمجھا ایسے ہی منکر اثر مذکور کو بھی سمجھنا چاہیئے۔ اتنا

فرق ہے کہ احادیث رویت وغیرہ اثر مذکور سے صحت میں اقوی ہی تھیں اور آیات مذکورہ دلالت مذکورہ میں آیۃ اللہ الذی خلق سبع سموٰت سے جو اطلاق مماثلت پر دلالت کرتی ہے زیادہ اس لئے وہ بڑے بدعتی ہوں گے پر چھوٹے مگر ہر چہ باد اباد سنی ہونا دونوں کا معلوم تھا مگر جب یہ دیکھا جائے کہ اگر آیات رویۃ کی دلالت آیۃ کی دلالت سے زیادہ واضح اور احادیث رویۃ وغیرہ کی صحت اثر مذکور کی صحت سے زیادہ قوی تو کیا ہوا جیسے یہ فرق اس طرف سے ہے مزاحمت خیالات عقلی میں قصہ الٹا ہے جیسے رویت وغیرہ کے تسلیم کرنے سے بظاہر قوی قوی دلائل مانع ہیں اور دیگر زمینوں میں آدم و نوح وغیرہم علیہم السلام کے تسلیم کرنے سے کوئی دلیل مانع نہیں۔ باقی خیالات اہل ہیئت اگر مزاحم تصدیق اصل ارامنی ہنگامہ ہے چہ جائے کہ وجود انبیاء مذکورین تو اول تو اس باب میں تنہا اثر مذکور ہی نہیں بلکہ آیت مذکورہ اس باب میں قریب بعض کے ہے دوسری وہ حدیث جو بروایت ابی ہریرہ بحوالہ مشکوٰۃ بلفظہ اوپر منقول ہو چکی اسکی معاضد ہے خیالات اہل ہیئت ظنی خود اہل ہیئت اس کے ظنی ہونے کے قائل اور انکی دلائل کا فی ہونا ظاہر سو اگر کسی وہمی کو یہ وہم دامنگیر بھی ہو کہ اس صورت میں افلاک باہم متصل نہ رہیں گے مرکز زمین مرکز عالم پر منطبق نہ رہے گا۔ تو اس کو اتنا کہہ دینا چاہیے کہ وہ خیالات جو ہزار طرح سے صحیح ہو سکتے ہیں انہیں احتمالات پر جو مذکور ہوئے موقوف نہ ہوں معارض قول مخبر صادق نہیں ہو سکتے اگر اطمینان منظور ہے تو دیکھ لیجئے بطلیموسی کیا کہتے ہیں اور فیثاغورثی کیا یونانی کیا بکتے ہیں انگریز کیا باینہمہ حساب طلوع و غروب و خسوف و کسوف وصیف وشتاء وغیرہ سب برابر صحیح جب باہم اہل ہیئت ہی میں یہ اختلاف ہے اور مقصد برابر حاصل تو پھر ان خیالات کے بھروسے انکار اقوال مخبر صادق کرنا نہایت نازیبا ہے۔ اہل ہیئت مجسمہ جو شمس و قمر وغیرہ کو متحرک مانتے ہیں اور زمین کو ساکن آخر بضرورت تصحیح حساب حرکات اکثر افلاک میں خارج المرکز مانتے ہیں اور جو بر عکس کہتے ہیں وہ زمین کے مدار کو بیضوی کہتے ہیں۔ سو اگر باعتقاد شارع مخبر صادق زمین کو خارج المرکز کہہ لیا تو کیا گناہ ہے۔ بلکہ اس طرف خارج المرکز

یہ مانیئے اور اس طرح خروج عن مرکز مان لیجئے تو بعد تسلیم بعض مقدمات جب بھی تصحیح حساب مذکور ممکن ہے اتنا فرق ہے کہ کسی نے یونہی اٹکل کے تیر مارے کسی دیکھنے والوں کی زبانی کہا خیر یہ بات دور جا پڑی اور مذکور کے الفاظ اس کے قریب قریب ہیں فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراہیم کابراہیمکم وعیسیٰ کعیسٰکم ونبی کنبیکم جملہ اخیر سے صاف روشن ہے کہ تشبیہ فی التسمیہ مراد نہیں تشبیہ فی المرتبہ مراد ہے، سو آدم کآدمکم الخ تامے کہ تشبیہ دینی ایسی ہے جیسے عربی میں کہا کرتے ہیں لکل فرعون موسیٰ یا اردو میں کہتے ہیں فلانے کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ غرض جیسے یہاں نام مذکور ہے اور غرض مرتبہ و مقام اسے سے ہے ایسے ہی اثر مذکور میں بھی خیال فرمائیے۔ کہ تشبیہ فی المراتبہ یعنی فی النبوۃ مراد ہے فقط تشبیہ فی التسمیہ مراد نہیں ہاں کمال مماثلت اس بات کو مقتضی ہے کہ وہاں بھی یہی نام ہو اور شاید یہی وجہ ہے کہ نام کو ذکر کیا غرض جملہ اخیرہ میں تشبیہ فی النبوۃ دے اور پہلے جملوں میں اسماء ذکر کرکے شاید اس جانب اشارہ کیا ہو کہ جیسے مقامات افراد ارامنی سافلہ مقامات افراد ارامنی عالیہ ہیں ایسے ہی توافق فی الاسم بھی ہے جبکہ تمام ان مضامین سے فراغت حاصل ہوئی اور بحمداللہ تمام شکوک اور اوہام کا استیصال کلی ہو گیا تو لازم یوں ہے کہ توضیح تشبیہ نبی کنبیکم ایسی طرح کیجئے جس سے رسول اللہ صلعم کی افضلیت اور ارامنی سافلہ کے خواتم کی آپ کے ساتھ مشابہت دونوں معاً ایسی طرح ثابت ہو جائیں گے کہ پھر کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہے اور نیز یہ اشکال بھی مرتفع ہو جائے کہ مماثلت فی النسبت کا آیۃ اللہ الذی میں مراد ہونا تو مسلم وجود مذکورہ بالا اس بات کے اثبات کے لئے کافی پر اثر میں اس تشبیہ کو جو اول سے آخر تک موجود ہے تشبیہ فی البتہ کہنا بظاہر مخالف ظاہر ہے یہاں تو تشبیہ مفرد کہئے تو بجا ہے تشبیہ فی البتہ کہیں گے تو وہی تشبیہ مرکب لازم آئے گی بالجملہ بغرض توضیح مشارالیہا و دفع شبہ مسطور کا یہ ہیچمدان اور بھی کچھ رقم طراز ہے پر اہل فہم و انصاف سے توجہ و اقرار حق کا خواستگار ہے۔ سنئے نبوت وہ کمال ہے جو مشتمل بجمال امور کثیرہ پر موقوف حدیث الرؤیا جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ سب ہی کو یاد ہوگی بخاری وغیرہ صحاح میں موجود ہے دیکھئے اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ کمال نبوت

کوئی امر بسیط نہیں سو جیسے جمال جملہ اعضاء ضروریہ کے مجتمع ہو جانے سے حاصل ہوتا ہے ایسے ہی کمال نبوت بھی تمام کمالات ضروریہ کے اجتماع سے حاصل ہوتا ہے۔ مگر جیسے تناسب جمال کا کوئی ایک قاعدہ نہیں ہر حسین میں ایک جدا ہی تناسب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تناسب کمالات نبوت بھی ایک ہی اندازہ پر نہیں ہوتا کہیں کوئی تناسب ہوتا ہے کہیں کوئی سو اگر دو نبیوں کے کمالات میں ایک ہی تناسب ہو تو ایک کی نبوت دوسرے کی نبوت کے مماثل ہوگی نہیں تو نہیں مگر جیسے اہل عالم میں دو جمال ایک تناسب کے نظر نہیں آتے اگرچہ فی حد ذاتہ ممکن ہو ایسے ہی دو کمال نبوت بھی ایک تناسب کے عالم میں معلوم نہیں ہوتے ہاں جیسے آئینہ میں عکس جمال کا تناسب بھی وہی ہوتا ہے جو اصل جمال کا تناسب ایسے ہی عکوس کمال نبوت کا تناسب بھی وہی ہوگا جو اصل کا تناسب ہے۔ اگر کہیں فرق پڑے گا تو آئینہ یا ہیئت معروض کی وجہ سے فرق پڑے گا جیسے تناسب عکس جمال میں آئینہ کی وجہ سے کہیں فرق پڑ جاتا ہے یعنی کہیں عکس مذکور اس تناسب پر معلوم نہیں ہوتا جو اصل میں ہوتا ہے بلکہ اس کی نسبت لمبا یا موٹا یا چوڑا نظر آنے لگتا ہے علیٰ ہذا القیاس آئینہ بیرنگ میں جیسے عکس برنگ اصل ہوتا ہے اور آئینہ سرخ و سبز میں عکس برنگ اصل نہیں رہتا۔ بلکہ الوان آئینہ کی تابع ہو جاتا ہے ایسے ہی کیفیات عکوس نبوت میں اگر فرق پڑے گا تو اس کا باعث کوئی کیفیت تامہ آئینہ یا ہیئت معروض نبوت ہوگا جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو آگے سنئے تقریر متعلق معنے خاتم النبیین سے یہ بات تو سبھی اہل فہم سمجھ گئے ہونگے کہ موصوف بوصف نبوت بالذات تو ہمارے رسول اللہ صلعم ہی ہیں باقی اور انبیاء میں اگر کمال نبوت آیا ہے تو جناب ختم مآب صلعم ہی کی طرف سے آیا ہے مگر بایں لحاظ کہ ہر نبی کی روح اس کی امتیوں کی ارواح کے لئے معدن اور اصل ہوتی ہے چنانچہ تقریر متعلق آیۂ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم میں اونیٰ تامل کیجئے تو اس پر شاہد ہے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اور انبیاء رسول اللہ صلعم سے فیض لے کر امتیوں کو پہنچاتے ہیں غرض بیچ میں واسطہ فیض ہیں مستقل بالذات نہیں مگر یہ بات بعینہ وہی ہے جو آئینہ کی نور افشانی میں ہوتی ہے غرض جیسے آئینہ آفتاب اور اس دھوپ

ہیں واسطہ ہوتا ہے جو اس کے وسیلہ سے ان مواضع میں پیدا ہوتی ہے جو خود مقابل آفتاب نہیں ہوتی پر آئینہ مقابل آفتاب کے مقابل ہوتی ہیں ایسے ہی انبیاء باقی بھی مثل آئینہ بیچ میں واسطہ فیض ہیں غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے کوئی کمال ذاتی نہیں پر کسی نبی میں وہ عکس اسی تناسب پر ہے جو جمال کمال محمدی میں تھا اور کسی نبی میں بوجہ معلوم وہ تناسب نہیں رہا ہو جہاں کہیں کنبیکم فرمایا ہے اس میں بھا تناسب کی جانب اشارہ ہے بہر حال بعد لحاظ معنے خاتم النبیین اور تشبیہ مندرجہ نبی کنبیکم یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اور زمینوں میں معکوس محمدی صلعم سے تناسب کے ساتھ ہیں اور مفہوم تناسب سے اس تشبیہ کا تشبیہ فی النبۃ ہونا بھی ظاہر ہو گیا یعنی کمالات اصل میں جو تشبیہ تھی وہی نسبت کمالات معکوس میں بھی محفوظ رہے اس صورت میں اگر اصل و ظل میں تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیت بوجہ اصلیت پھر بھی ادھر رہے گی اور اگر یوں کہئے مشبہ بذات محمدی ہے اور مشبہ فرادیٰ فرادیٰ ہر نبی کی ذات اس لئے اس تشبیہ کو تشبیہ مفرد کہنا چاہئے نہ مرکب سو ہماری طرف سے بھی سلمنا، مگر بہر حال مشتبہ بہ اور مشبہ کو واحد کہو یا متعدد وجہ تسبۃ تناسب داخلی یعنے تناسب بین الکمالات اور تناسب خارجی یعنے تناسب بین الانبیاء دونوں ہی کو کہنا پڑے گا تاکہ اطلاق تشبیہ ہاتھ سے نہ جائے اور افضلیت محمدی کے لئے یہ وجہ اور ہاتھ آجائے کہ جیسا آئینہ میں عکس زمین کی دھوپ عکس آفتاب کا طفیل ہے اور اس وجہ سے آفتاب ہی کی طرف منسوب ہونی چاہیے ایسے ہی اور زمینوں کے خاتموں کے فیوض خواہ ارواح انبیاء ہوں یا ارواح امت ان کے کمال ہوں یا ان کے سب آپ ہی کی طرف منسوب ہوں گے ان تمام مضامین کے مطالعہ کرنے والوں کو یہ بات بخوبی روشن ہو گئی ہو گی کہ درصورت تسلیم اراضی ودیگر بطور معلوم بشہادت جملہ خاتم النبیین تمام زمینوں میں ہمارے ہی نبی پاک کی جلوہ گری ہو گی۔ اور وہاں کے انبیاء آپ ہی کے دریوزہ گر ہوں گے۔ اور سب جانتے ہیں کہ اس میں جو فضیلت ہے درصورت انکار اراضی

ماتحت وہ فضیلت ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ مگر ہاں شاید کسی صاحب کو یہ وسوسہ حیران کرے کہ اگر اور چھ زمینوں کے بطور معلوم ہونے میں حضرت خاتم النبیین صلعم کی فضیلت کو یہ افزائش ہے تو اور چھ خداؤں کے تسلیم کرنے میں مثلاً اسی طور خدا کی خدائی کو بقدر معلوم افزائش ہوگی سو ہر چند یہ شبہ انہیں لوگوں کو ہو تو ہو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کی برابر اور آپ کی نبوت کو خدا کی خدائی کے برابر سمجھتے ہیں یعنے اس کے تعدد سے اس کا تعدد اور اس کی وحدت سے اس کی وحدت پر ایمان لانے کو تیار ہوتے ہیں سو ایسے لوگوں سے ہمارے کلام بھی نہیں ہم تو کس شمار میں ہیں وہ تو خدا کی بھی نہیں مانتے ہاں باایں خیال کہ شاید کسی ایسے ویسے سے سن سنا کر کسی اور کو دھوکا نہ پڑے یہ گذارش ہے کہ یوں تو اور بھی بہت سے اوصاف منقسم بالذات و بالعرض نہیں ہوتے پر ایک خدائی دوسرے امکان خاص ان دونوں میں فرق بالذات و بالعرض نہیں ہوتا جیسے امکان کے لئے ایک امکان بالذات ہی فرد ہے امکان بالغیر کی گنجائش نہیں ورنہ واجب اور ممتنع بھی کبھی ممکن خاص ہو جایا کرتی ہے ایسے خدا کے لئے بھی ایک یہی بالذات کی صورت ہے ورنہ ممکن اور ممتنع بھی کبھی نہ کبھی خدا ہو جاتی اور یہی نہیں تو ان کا خدا ہونا ممکن تو ہونا سو ان دونوں وصفوں کے اور اوصاف مشہورہ خاص کر اوصاف مشترکہ بین الواجب والممکن میں دونوں قسمیں ہوتی ہیں کہیں بالذات کہیں بالعرض باقی وہ بات جس سے امکان اور خدائی کا قسم بالذات ہی کے ساتھ اختصاص سمجھ میں آجائے اور اوصاف باقیہ کا دونوں قسموں کی طرف منقسم ہونا روشن ہو جائے یہ ہے کہ اکثر اوصاف کا ان دونوں قسموں کی طرف منقسم ہونا تو سب ہی جانتے ہوں گے کہ کسی وصف کے ساتھ اگر قید بالذات یا بالعرض لگالیں اور اس وصف مع القید یعنی مقید کو دیکھیں تو پھر دوسری قسم کی گنجائش نہ رہے گی ورنہ اجتماع الضدین لازم آئے گا۔ ظاہر ہے کہ سواد بالذات بالعرض نہیں ہو سکتا اور یہ ایسی موٹی بات ہے کہ کوئی صاحب فہم اس میں متامل نہ ہوگا۔ ہاں فہم ہی نہ ہو تو پھر اُن کا کچھ قصور نہیں سواد مفہومات تو ان دونوں

قید دل سے معری ہیں اور مفہوم امکان میں یہ قیدیں ماخوذ ہیں۔ خدائی کا مفاد تو موجودیت بالعرض اور نبوت اور رسالت میں ظاہر ہے کہ یہ بات مقصود ہے ، بلکہ مفہوم خدائی اور امکان چونکہ مفہوم اضافی نہیں تو یوں بھی نہیں کہہ سکتے کہ کہیں خدائی اور امکان مطلق ہو اور کہیں بالاضافتہ ہاں خاتمیت چونکہ مفہوم اضافی ہے تو یہ فرق اطلاق اور اضافت یہاں جاری ہو سکتا ہے باقی اس کا اضافی ہونا اور ان کا اضافی نہ ہونا سب ہی جانتے ہوں گے میں کس لئے قلم گھساؤں ہاں یہ بات قابل گذارش ہے کہ امکان میں چونکہ وصف بالعرض ماخوذ ہے اور اس کے حق میں منجملہ ذاتیات ہے تو یہاں بھی باوجودیکہ مفہوم بالعرض ماخوذ ہے بالذات ہی میں انحصار رہا کیونکہ امکان مجموعہ موجودیت بالعرض کا نام ہے سو کسی صاحب کو یہ شبہ نہ پڑے کہ یہاں امکان بالعرض ہونا چاہیئے تھا بالذات کیوں ہوں مفہوم موجودیت کو دیکھیں تو البتہ یہی حساب ہے اور ظاہر ہے کہ ممکنات موجود فی الخارج ہوں یا مرتبہ اعیان ثابتہ میں ان کو تحقق ہو دونوں جا موجود بالعرض ہیں بالذات نہیں کیوں کہ یہاں وجود خارجی کے اوصاف انتزاعیہ میں سے ہیں اور وہاں وجود باطنی کے اوصاف انتزاعیہ میں سے اور سب جانتے ہیں کہ اوصاف انتزاعیہ موجود بوجود المنشا ہوتے ہیں جس سے موجودیت بالعرض ٹپکتی ہے موجود بالذات نہیں ہوتی واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم۔ بعد اس تفصیل کے بطور خلاصہ تقریر و خلاصہ دلائل یہ عرض ہے کہ ہر زمین میں اس زمین کے انبیاء کا خاتم ہے پر ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ان سب کے خاتم آپ کو ان کے ساتھ وہ نسبت ہے جو بادشاہ ہفت اقلیم کو بادشاہان اقالیم خاصہ کے ساتھ نسبت ہوتی ہے جیسے ہر اقلیم کی حکومت اس اقلیم کے بادشاہ پر اختتام پاتی ہے ، چنانچہ اسی وجہ سے اس کو بادشاہ کہا۔ آخر بادشاہ وہی ہوتا ہے جو سب کا حاکم ہوتا ہے ایسے ہی ہر زمین کی حکومت نبوت اس زمین کے خاتم پر ختم ہو جاتی ہے پر جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ باوجودیکہ بادشاہ ہے پر بادشاہ ہفت اقلیم کا محکوم ہے ایسے ہی ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع جیسے بادشاہ

ہفت اقلیم کی عزت اور عظمت اپنی اس اقلیم کی رعیت پر حاکم ہونے سے جس میں خود
مقیم ہے اتنی نہیں سمجھی جاتی جتنی کہ بادشاہان اقالیم باقیہ پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی
ہے ایسی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور عظمت اپنی اس اقلیم کی رعیت پر
حاکم ہونے سے جس میں خود مقیم ہے اتنی نہیں سمجھی جاتی جتنی بادشاہان اقالیم باقیہ
پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور عظمت
فقط اس زمین کے انبیاء کے خاتم ہونے سے نہیں سمجھی جاسکتی جتنی خاتمین ارضین سافلہ
کے خاتم ہونے سے سمجھی جاتی ہے۔ مگر تعجب آتا ہے آج کل کے مسلمانوں سے کہ کس
تشدد سے اور خاتموں بلکہ خود زمینوں سے انکار کرتے ہیں۔ تسپر ماننے والوں پر کفر
کے فتوے دیتے ہیں یا سنی نہ ہونے کا اتہام ہیں۔ یہ وہی مثل ہوئی کہ نکٹوں نے نک
والوں کو ناکو کہا تھا۔ خلاصہ مکنون خاطر منکرین اس صورت میں یہ ہوگا کہ رسول اللہ
صلعم کو اتنا عظیم الشان مت سمجھو کافر ہو جاؤ گے رسول اللہ صلعم سے اتنی محبت نہ کرو
دیکھو سنی نہ رہو گے سو اگر یہی کفر و اسلام اور یہی بدعت و سنت ہے تو اس اسلام
سے کفر بہتر ہے اور سنت سے بدعت افضل امام شافعیؒ نے ان لوگوں کے مقابلہ
میں جو محبت اہل بیت بوجہ غلو رفض سمجھتے تھے یوں فرمایا تھا شعر

ان کان رفضا حب آل محمد فلیشهد الثقلان انی رافضی

ہم ان صاحبوں کے مقابلہ میں جو رسول اللہ صلعم کی اس قدر رانہ دیا دقدر سے
ان کے خیال سے سات گنی ہو جائے برا مانتے ہیں کہ قائلین انددیا دقدر کو کافر یا خارج
از مذہب اہل سنت سمجھتے ہیں اس شعر کو بدل کر یوں پڑھتے ہیں ؎

ان کان کفرا حب قدر محمد فلیشهد الثقلان انی رافضی

یہ تو خلاصہ مطلب تھا اب خلاصہ دلائل بھی سن لیجئے کہ در بارہ وصف نبوت فقط
اسی زمین کے انبیاء علیہم السلام ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے
اس طرح مستفید و مستفیض نہیں جیسے آفتاب قمر و کواکب باقیہ بلکہ اور زمینوں کے
خاتم النبیین بھی آپ سے اس طرح مستفید و مستفیض ہیں۔ مگر یہ بات سات زمینوں

کے ہونے اور ہر زمین میں انبیاء کے ہونے پر اور پھر ان انبیاء کے وصف نبوت میں معروض اور آپ کے واسطے فی العروض ہونے پر موقوف ہے۔ جب تک یہ بات ثابت نہ ہو تب تک ثبوت مطلب متصور نہیں سو سات زمینوں کے ہونے پر ایک تو یہ آیۃ اللّٰہ الذی خلق سبع سمٰوٰت دوسرے حدیث مسطور سابق جس کو من اخذ لہ الی آخرہ نقل کر چکا ہوں اور بعد ظہور توافق آیہ و حدیث اس باب میں ان تفسیروں کا قول جنہوں نے سبع ارضین سے سبع اقالیم مراد لی ہیں یا ہفت طبقات زمین واحد تجویز کئے ہیں معتبر نہیں ہو سکتا۔ خاص کر اہل فہم کے نزدیک کیونکہ آیہ مذکورہ بھی بے معونت و معیتیہ حدیث مسطور تعداد ارضی پر اور نہ وہ بھی بقدر ہفت ایسی صاف دلالت کرتی ہے جیسے آسمانوں کے سات ہوتے لفظ سبع سمٰوات جیسے سبع سمٰوٰت کے معنے میں کسی نے یہ نہیں کہا کہ سات ٹکڑے ہیں یا سات برج مثلاً یا سات طبقے ایک آسمان کے ہیں۔ ایسے ہی یہاں یہ خیال باطل نہ باندھنا چاہیئے۔ اور ہر زمین میں انبیا ہونے کی دلیل بھی قطع نظر اس ثبوت کے جو اوپر مرقوم ہوا بدستور مضمون سابق ایک آیۃ ہے اور ایک حدیث آیۃ تو یہی اللّٰہ الذی خلق سبع سمٰوٰت و من الارض مثلہن یتنزل الامر بینہن۔ اور حدیث وہ اثر حضرت عبد اللّٰہ بن عباسؓ جس کی طرف اوپر اشارہ گذرا دلالت اثر ظاہر ہے پر دلالت آیۃ میں البتہ اتنی تفصیل نہیں سو یہ اسی پر کیا موقوف ہے۔ اکثر آیات اسی طرح اپنے مطالب پر دلالت کرتے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ ماقلّ وکفی خیر مما کثر والھی یا ماقلّ ودلّ خیر مما کثر و اقلّ سو تمام آیات میں یہی ہے کہ الفاظ قلیل و معانی کثیر لیکن فہم ہو تو جتنا پورا پورا بیان مطالب کلام اللّٰہ کے الفاظ میں ہوتا ہے و تنا اور الفاظ اور بیانات تو در کنار الفاظ حدیث میں بھی نہیں پر تھوڑے سے الفاظ میں مطالب کثیرہ جو مجتمع ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے الفاظ جدے نہیں ہوتے یعنی ہر ایک مطلب کے لیئے جدا لفظ نہیں ہوتا اسلیئے ہم سے جاہلوں کو بسا اوقات معلوم نہیں ہوتے بدلالت شرح صحیح جو احادیث نبوی صلعم ہیں البتہ بڑے

بڑے مطالب تھوڑے سے تھوڑے سے الفاظ سے نکل آتے ہیں غرض احادیث نبوی صلعم قرآن کی اول تفسیر ہے اور کیوں نہ ہو کلام اللہ کی شان میں خود فرماتے ہیں ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء جب کلام اللہ میں سب کچھ ہوا یعنے ہر چیز بالاجمال مذکور ہوئی تو اب احادیث میں بجز تفسیر قرآنی اور کیا ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر قرآن داں بھی کوئی نہ ہوا اس صورت میں جو کچھ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے وہی صحیح ہوگا اگر آپ کی طرف کوئی قول منسوب ہو اور عقل کے مخالف نہ ہو تو گویا باعتبار سند اتفاقی نہ ہو جیسے ہوا کرتی ہیں تب بھی اور مفسروں کے احتمالوں سے تو زیادہ سمجھنا چاہیے اس لئے کہ اقوال مفسرین کی سند بھی تو اس درجہ کی کہیں کہیں ملتی ہے پھر انکی فہم کا چنداں اعتبار نہیں ہو سکتا کہ ہے ان سے خطا ہوئی ہو تپیر پھر جب باعتبار سند بھی برابر ہوئی اور ایک آپ کا قول ہو دوسرا کسی دوسرے کا تو بیشک آپ ہی کا قول مقدم سمجھا جائے گا۔ اور اگر سند بھی حسب قانون اصول حدیث اچھی ہو تو پھر تو تامل کا کام ہی نہیں سو دیکھیے لفظ تنزل کے اگر یہ معنے بیان کئے جائیں کہ نزول دو امر و نواہی اور نزول وہی ہوتا ہے اور اثر مذکور اس کی شرح کہی جائے تو بانوجہ کہ بالمعنے مرفوع ہے اور باعتبار سند صحیح بیشک تسلیم ہی کرنا پڑے گا۔ بلکہ یہ قصہ ایسا ہو جائے گا جیسے کسی اندھے کی آنکھیں بنا کر اس سے پوچھیں آفتاب کہاں ہے اور وہ ٹھیک بتلائے اور آفتاب کو دیکھ کر اس کو چھینک آئی تو جیسے آفتاب کا اس جا پر ہونا اس کی بینا ہو جانے پر شاہد اور اس کا بینا ہو جانا آفتاب کے اس جگہ ہونے پر ایسی ہی آیہ تو اثر مذکور کی مصدق ہے اور اثر مذکور آیہ کی مصدق اس پر مجھ کو ایک نقل یاد آئی ۔

نقل حضرت جنیدؒ کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ اپنی اماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنیدؒ نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا یو سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس

قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ کی مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے آپ نے پھر سبب پوچھا اس نے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں سو آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث معلوم ہوگئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگئی سو ایسے ہی یہاں بھی سمجھئے کہ آیت مذکور بتفسیر مشار الیہ تو اثر مذکور کی موید اور اثر مذکور کے موافق بالجملہ قوی احتمال اس آیت میں نزول وحی ہوتا ہے پھر بینہن کی ضمیر یا تو فقط ارض مع مثلہن کی طرف راجع ہوگی اور بوجہ قرب اس طرف زیادہ دھیان جاتا ہے یا سموٰت اور ارض مع مثلہن سب کی طرف بہر حال مطلب یہی ہوگا سو نزول امر بین السموٰت تو حدیث ترمذی سے جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں معلوم ہو چکا اور یہاں اس آیہ اور اس اثر سے معلوم ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس نزول امر کو نبوت لازم ہے۔ نہایت مافی الباب ملائکہ کو حسب اصطلاح نبی نہ کہو پر نبوت بمعنے نزول اوامر بہر حال ثابت ہے اور یہ بات پہلے ثابت ہو چکی کہ یہ زمین سب زمینوں سے اوپر ہے اور زمینیں اوپر تلے اس کے تلے واقع اور نزول اوپر سے کسی چیز کے جانے کو کہتے ہیں اس صورت میں نزول امر ادھر سے اُدھر کو ہوگا تاکہ مضمون بینہن متحقق ہو۔ کیونکہ اگر نزول احکام الٰہی اراضی باقیہ میں بواسطہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کرتا تو درصورتیکہ مرجع ضمیر جمع مذکور میں اراضی بھی داخل ہوں تو یوں نہ فرماتے بلکہ یتنزل الامر فیہن یا علیہن فرماتے واللہ اعلم باقی اس کی تصحیح میں بیہودہ تاویلیں جب گھڑیے جو معنے متبادر کے لینے میں کچھ دقت ہو بلکہ انصاف سے دیکھئے تو معنے حقیقی یہی ہیں کہ ادھر سے اُدھر کو نزول سمجھا جائے۔ اور وحی مذکور بواسطہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے کے انبیاء کو اس طرح پہنچے حکام کے احکام ملازمان بالادست کے واسطے سے ملازمان ماتحت کو پہنچتے ہیں اور وہ مضمون علمت علم الاولین والآخرین بنسبت انبیاء ماتحت اس طرح سے راست ہو کہ اول آپ کو وحی آئی

اور بغیر ملائکہ کے واسطہ سے ان کو پہنچی اور یہ نہیں تو نہ سہی مجرد حصول جمیع علوم ہی کافی ہے یوں ہو یا جیسے علوم انبیاء زمین ہذا حاصل ہوئے باقی رہا آپ کا وصف نبوت میں واسطہ فی العروض اور موصوف بالذات ہونا اور انبیاء ماتحت علیہم السلام کا آپکے فیض کا معروض اور موصوف بالعرض ہونا وہ تحقیق معنے خاتمیت پر موقوف ہے۔ جس کی شرح و بسط کما ینبغی اوپر کر چکا ہوں اب یہ گذارش ہے کہ مضامین سابقہ کو فرادیٰ فرادیٰ اگر دیکھئے تو عجب نہیں کہ بعضے مجتنی الامتی تسلیم میں کچھ حیلہ و حجت کریں اور بعضے نامعقول معقولی بایں خیال کہ اکثر استدلالات مذکورہ انی ہیں سو کیا اعتبار تکرار سے پیش آئیں پر اہل فطانت و فراست اور اہل حدس سے تو یوں امید ہے کہ جیسے اختلاف تشکلات کو دیکھ کر بعد ملاحظہ قرب و بعد باہمی ولحاظ کرویت ارض و سمایہ سمجھے کہ نور قمر تو آفتاب سے مستفاد ہے ایسے ہی بعد لحاظ مضامین مسطورہ فرق مراتب انبیاء کو دیکھ کر یہ سمجھیں کہ کمالات انبیاء سابق اور انبیاء ماتحت کمالات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے مستفاد ہیں اور جیسے اختلاف تشکلات وغیرہ تنہا تنہا دلالت مطلوب میں کافی نہیں اسی طرح مضامین مذکورہ فرادیٰ فرادیٰ کو کسی بدفہم کو کافی نہ معلوم ہوں پر سب ملکر لاریب مضمون معلوم پر اتنی تو دلالت ضرور کرتی ہے جتنے اختلاف تشکلات قمر وغیرہ استفادہ مذکورہ پر یا یوں کہئے جیسے بہت عوارض عامہ سے ملکر ایک خاصہ مطلق پیدا ہو جاتا ہے اور خاصہ بن جاتا ہے چنانچہ رسم ناقص ایساغوجی کے دیکھنے سے ظاہر ہے ایسے ہی دلائل مذکورہ اگر کسی کی نظروں میں تنہا تنہا نام بھی ہوں تو سب ملکر مطلوب مذکور کے مساوی ہی ہو جاتے ہیں مگر یہ بات بطور تنزل و خرم و احتیاط معروض تھی ورنہ نظر غائر اور فکر صائب اور طبع سلیم اور ذہن مستقیم اور عقل وقاد اور قلب ذکی ہو تو سب امور مذکورہ منجملہ خواص ختم نبوت مطلق ہیں قلت فرصت وکثرت مشاغل وتقاضا رسائل نہ ہوتا تو انشاء اللہ اس دعوے کے ثبوت اجمالی کو مفصل لکھتا سو جیسے دھوپ کو دیکھ آفتاب کے طلوع میں اور دھواں دیکھ کر آگ کے وجود میں اور خوشبو سونگھ کر

عطر کے ہونے میں اور اور کسی کی آواز سن کر اس کی یا مطلق انسان کے ہونے میں تامل نہیں رہتا۔ ایسے ہی امور مذکورہ سے ختم نبوت مطلقہ پر استدلال قابل تامل نہیں اور یہیں سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ تمام استدلالات انی محل تامل نہیں ہوتے ورنہ خدا کی خدائی جو عالم کو دیکھ کر معلوم ہوتی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو اعجاز وغیرہ سے ثابت ہوتی ہے یا کسی کی ذکاوت کسی کی عبادت کسی کی سخاوت کسی کا بخل کسی کی شجاعت کسی کا جبن جو آثار معلومہ سے معلوم ہوتے ہیں سب قابل تامل ہو جائیں بجز اس کے کیا کہا جائے گا کہ جیسے یہ امور تنہا تنہا خواص مدلولات ہیں یا مثل عوارض عامہ مجتمعہ مجمع ہو کر خاصہ بن جاتے ہیں جیسے خوارق اور اخلاق حمیدہ اور دعوت الی الدین سوا نبی کے کسی اور میں نہیں ہوتی ایسے ہی اور مسطورہ اوراق گذشتہ جو دربارہ اثبات خاتمیت بطور مذکور ذکر کئے گئے ہیں تنہا تنہا یا باہم ملکر مطلوب معلوم کے ساتھ خاص ہیں اب یہ گذارش ہے کہ ہر چند آیۃ اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت کی یہ تفسیر کسی اور نے نہ لکھی ہو پر جیسے مفسران متاخر نے مفسران متقدم کا خلاف کیا ہے میں نے بھی ایک نئی بات کہدی تو کیا ہوا معنے مطابقی آیہ اگر اس احتمال پر منطبق نہوں تو البتہ گنجائش تکفیر ہے اور یوں کہہ سکتے ہیں کہ موافق حدیث من فسّر القرآن برایہ فقد کفر یہ شخص کافر ہو گیا پر اس صورت میں یہی گنہگار تنہا کافر نہ بنے گا یہ تکفیر بڑی بڑوں تک پہنچے گی۔ ہاں اگر انصاف ہو تو اس حدیث کے معنے میں عرض کرتا ہوں سنئے مفہوم کلی ہزار ہا افراد پر منطبق آتا ہے۔ ہر فرد میں اس کے لئے احتمال صحیح ہوا کرتا ہے سو اگر آیات قرآنی میں کوئی امر کلی مذکور ہو تو دربارہ احتمالات فرد ہے خواہ ان میں باہم نسبت توارد علے سبیل البدیہہ ہو یا نہ ہو وہ آیہ مجمل ہو گی سو ان احتمالات میں سے کسی ایک احتمال کو بے دلیل متعلق کر دینا بایں قرینہ راجح سمجھنا در پردہ دعوی نبوت ہے جس کی وجہ سے ہر شخص آج کافر گنا جاتا ہے ہاں اگر کوئی دلیل عقلی یا نقلی ہو یا کوئی قرینہ عقلی یا نقلی ہو اور پھر بقدر قوت دلیل و قرینہ کوئی شخص کسی احتمال کو راجح کہے تو ہرگز کفر نہیں ورنہ ہمیشہ تک دقائق و نکات

کا نکتے چلے آنا جیسے بعض الفاظ احادیث مرفوعہ مثل لایشبع منہ العلماء ولا یخلق عن کثرۃ
الرد ولا ینقضی عجائبہ اس پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ یہ جب صحیح ہو سکتا ہے ہاں جب کوئی
دلیل ہے نہ کوئی قرینہ تو پھر ترجیح احد الاحتمالات محض اپنی عقل نارسا کا ڈھکوسلا
ہے اور اس کو تفسیر بالرائی اعنی تفسیر بالہوی اور تفسیر عند نفسہ کہہ سکتے ہیں ورنہ
تفسیر بالرائی کیوں کہتے ہو تفسیر بالدلیل یا بالقرینہ کہو اگر توضیح بالمثال مد نظر ہے
تو سنئے کہ عقل ایک خوردبین اور دوربین معلومات دقیقہ اور مضامین دور دراز
سمجھئے جیسے اجسام صغیرہ و بعیدہ بوسیلہ خوردبین و دوربین خوب واضح اور پاس معلوم
ہوتے ہیں ایسے ہی بوسیلہ عقول صافیہ و سلیمہ مضامین دقیقہ اور معلومات بعیدہ
واضح اور اقرب الی الذہن معلوم ہوتی ہیں مگر جیسے مدرکات خوردبین و دوربین حقیقت
میں عین معلوم نہیں ہوتا ورنہ فرق مقدار اور تفاوت بعد کی کوئی صورت نہ تھی
بلکہ معلوم کی ایک مثال اور شبح ہوتی ہے ایسے ہی وقت ادراک معلومات دقیقہ و بعیدہ
کنہ یا وجہ جو کچھ ذہن میں آتی ہے ایک مثال اور شبح مضامین مذکور سمجھئے مگر جیسے شبح
آئینہ ہیں علاوہ اعضاء واجزاء ذی شبح رنگ آئینہ بھی جو کچھ ہو سبز قرمزی کیجئے
یا سرخ لاحق ہو جاتا ہے اور اس رنگ کو اثر ذی شبح نہیں کہہ سکتے اثر آئینہ
کہتے ہیں ایسے ہی کبھی بعض مضامین زائد از اصل معلوم شبح معلوم کو ذہن میں
آ کر لاحق ہو جاتے ہیں اور اس لحوق کے باعث ان کو اصل معلوم کی طرف نسبت
نہیں کر سکتے بلکہ ذہن عالم کی طرف کئے جائیں گے جب یہ مثال اور یہ تمہید ذہن
نشین ہو گئی تو اب سنئے کہ تفسیریں امر مجمل کو واضح کر دیتی ہیں کچھ بڑھاتی گھٹاتی نہیں
انسان کو اگر حیوان ناطق کہا تو ایک امر مجمل کو واضح کر دیا ہے زائد از اصل کچھ بڑھا
نہیں دیا سو بعینہ وہی قصہ ہے جو ادراک خوردبین میں ہوتا ہے اور اس وجہ سے
اگر ہم تصویر آئینہ کو تفسیر ذی تصویر کہیں تو بجا ہے اور سفید جسم کو اگر سبز
آئینہ کی خوردبین سے دیکھیں تو اس رنگ سبز کو جو تصویر آئینہ میں لاحق ہو
جاتا ہے اور رنگ اصلی معلوم ہو جاتا ہے تفسیر بالمراۃ کہیں تو زیبا ہے ایسے ہی

وہ مضامین جن سے مرتبہ اجمال میں کچھ تعرض نہ ہو اور کسی کی رائے یعنی عقل کی جانب سے لاحق ہو جائیں تو پھر ان کو تفسیر بالرائے کہیں تو کیا بے جا ہے بہرحال تفسیر مثل ایضاح خورد بین توضیح ہوتی ہے۔ انشاء اللہ اور ایجاد نہیں ہوتا چھوٹی چیز بڑی ہو جاتی ہے اشیا معدومہ موجود نہیں ہو جاتی سو چھوٹی چیز کا بڑا معلوم ہونا بسبب از قسم توضیح مقدار ہے ایسے کسی رنگ کا صاف نظر آنا توضیح لون سفید کا سیاہ یا سرخ و سبز معلوم ہونا توضیح رنگ سفید نہیں بلکہ تغییر رنگ ہے جس میں ایک رنگ کا اعدام اور دوسرے رنگ کا ایجاد ہے اس تقریر پہ یہ شبہ کہ مقدار زائد بھی اصل حقیقت سے زائد ہے مرتفع ہو گیا دوسرے جس چیز کا ادراک بوسیلہ مرایا و مناظر مطلوب ہوا کرتا ہے اس قسم کی جو بات بوسیلہ مرایا معلوم ہوگی منجملہ تفسیر سمجھی جائے گی۔ سو وہ بات اگر اصل محل ہے تب تو تفسیر بالاصل ہوگی نہیں تو تفسیر بالمرآۃ کہیں گے۔ اور جو چیز بوسیلہ مرایا و مناظر مطلوب ہی نہیں ہوتی وہ بات اگر معلوم بھی ہوئی تو اس کو تفسیر کیوں کہیے تغییر تو اس کو کہنا چاہیے جس سے کوئی اجمال مبدل بہ تفصیل اور کوئی اشکال مبدل بانحلال ہو اور ظاہر ہے کہ مقادیر اور مواضع بوسیلہ مرایا و مناظر مطلوب نہیں ہوا کرتے ورنہ لازم آئے کہ اصل مقدار اشیاء مبصرہ بالمرایا اور مواضع اشیاء مذکورہ وہ ہوا کریں جو بوسیلہ خورد بین یا دوربین معلوم ہوں بالجملہ تفسیر بالرائے وہ ہے جو امر مجمل و مفسر میں اصلاً نہ ہو بلکہ اس امر میں کلام مجمل ساکت ہو اور مرتبہ تفسیر و تفصیل میں وہ امر داخل کیا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کا داخل کرنا تصرفات خیالی ہیں جو ہمارے ہی عقول ناقصہ کا کام ہوتا ہے باقی جو باتیں بوسیلہ کسی دلیل عقلی یا نقلی کے شامل کی جائیں اس کو اہل ظاہر گو تفسیر کہیں پر حقیقت میں تفسیر نہیں ہوتی۔ بلکہ دو کلاموں بدلالۃ کے معنوں کو اکٹھا کر دیا کرتے ہیں۔ ہاں اگر تفسیر کے ایسے معنے عام لیجیے جس میں یہ بھی شامل ہو جائے تو پھر اختیار ہے لا مشاحۃ فی الاصطلاح بہرحال ایسی صورت میں تفسیر بالدلیل یا تفسیر بالقرینہ کہیں گے تفسیر بالرائے نہ کہیں گے

الغرض ناظران اوراق کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ دھبے وجہ فوارۂ کفر نہ بنیں کہ جو سامنے آیا ایک کفر کا چھینٹا جڑ امولویوں کا کام یہ نہیں کہ مسلمان کو کافر بنائیں ان کا کام یہ ہے کہ کافرونکو مسلمان کریں اعتبار نہ ہو تو پہلے علماء کے افسانے یاد کرو سو اس زمانہ کے علماء سے ہو سکے تو اس گنہگار کو جس کا اسلام برائے نام ہے دستگیری فرماکر ورطۂ ہلاکت سے نجات دیں اور وسائل سعادت تک پہنچائیں۔ وماعلینا الا البلاغ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین ٭ کتبہ العبد المذنب محمد قاسم الصدیقی النانوتوی

جواب دیگر از علمائے لکھنوٗ

ھوالمصوب مخفی نہ رہے کہ حدیث مذکور محققین محدثین کے نزدیک معتمد ہے حاکم نے اس کے حق میں صحیح الاسناد کہا اور ذہبی نے حسن الاسناد کا حکم دیا۔ اور اس حدیث کے ثبوت میں کوئی علت قادحہ معتدہ نہیں ہے اور زمین کے طبقات جدا گانہ ہونا بہت احادیث سے ثابت ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح سلسلہ نبوت اس طبقہ میں واسطے ہدایت سکان کے تیار ہوا اسی طرح سے ہر طبقہ میں سلسلہ نبوت کا واسطے ہدایت وہاں کے سکان کے تیار ہوا اور چونکہ بدلائل عقلیہ ونقلیہ لاتناہی سلسلہ کی باطل ہے لاجرم ہے کہ ہر طبقہ میں ایک مبدا ر سلسلہ ہوگا وہ ہمارے آدم کے ساتھ مشابہ کیا گیا اور ایک آخر سلسلہ ہوگا مگر وہ ہمارے خاتم کے ساتھ تشبیہ کیا۔ پس بنار علیہ او خر انبیاء طبقات تحتانیہ پر اطلاق خواتم کا درست ہے۔ اب یہ تین احتمال ہیں ایک یہ کہ خواتم طبقات تحتانیہ بعد عصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوئے ہوں دوسرے یہ کہ مقدم ہوئے ہوں تیسرے یہ کہ ہمعصر ہوں احتمال اول بحدیث لانبی بعدی وغیرہ باطل ہے۔ اور بر تقدیر احتمال ثانی آنحضرت خاتم انبیاء طبقات ہونگے اور بر تقدیر ثالث دو احتمال ہیں ایک یہ کہ نبوت آنحضرت صلعم کی مخصوص ساتھ ایک ہی طبقہ کے ہو اور آپکی خاتمیت بہ نسبت انبیاء اسی طبقہ کے ہو اور ہر طبقہ تحتانیہ میں وہاں کے خاتم کی رسالت

ہو اور ہر ایک ان میں کے صاحب شرع جدید و خاتم انبیاء اپنے طبقات کا ہو دوسرے بیکہ خواتم طبقات تحتانیہ بتبع شریعت محمدیہ ہوں اور کوئی ان میں کا صاحب شرع جدید نہ ہو اور دعوت ہمارے حضرت کی عام اور ختم آپ کا بہ نسبت جملہ انبیاء جملہ طبقات کے حقیقی ہو اور ختم ہر ایک خواتم باقیہ بہ نسبت اپنے اپنے سلسلہ کے اضافی ہو احتمال اول بسبب عموم رسالت بعثت نبویہ کے جس سے صاف آنحضرت صلعم کا مبعوث ہونا تمام عالم پر معلوم ہوتا ہے باطل ہے اور علماء اہلسنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں بلکہ آنحضرت کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا۔ اور نبوت آپکی عام ہے اور جو نبی آپکے ہمعصر ہوگا وہ متبع شریعت محمدیہ کا ہوگا چنانچہ تقی الدین سبکی سے جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ الاعلام بحکم عیسےٰ میں نقل کرتے ہیں۔

قال السبکی فی تفسیر لہ ما من نبی الا اخذ اللہ علیہ المیثاق انہ ان بعث محمد فی زمانہ لیؤمنن بہ ولینصرنہ ویوصی امتہ بذالک وفیہ من التنویہ وتعظیم قدرہ ما لا یخفیٰ وفیہ مع ذالک انہ علی تقدیر مجیئہ فی زمانہم یکون مرسلا الیہم ویکون نبوتہ ورسالتہ عامۃ لجمیع خلقہ من زمن ادم الی یوم القیمۃ ویکون الانبیاء وامہم من امتہ فالنبی صلعم نبی الانبیاء ولو اتفق بعثہ فی زمن ادم ونوح ابراہیم موسیٰ وعیسیٰ وجب علیہم وعلی امہم الایمان بہ ونصرتہ ولہذا یاتی عیسیٰ فی اخر الزمان علی شریعتہ ولو بعث النبی علیہ الصلوۃ والسلام فی زمانہ فی زمان موسیٰ وابراہیم ونوح وادم کانوا مستمرین علی نبوتہم ورسالتہم الی *

اور بحر العلوم مولانا عبد العلی اپنے رسالہ فتح الرحمٰن میں لکھتے ہیں مقتضی ختم رسالت دو چیز است یکے آنکہ بعد وی رسول نباشد و دیگر آنکہ شرع وے عام باشد وہر کسیکہ موجود باشد وقت نزول شرع وے بروے واجب و فرض است و سرش اینکہ ہمہ رسل و اجرار شرع مستمد از خاتم الرسالت اند چونکہ شرع وے عام باشد پس دیگرے صاحب شرع نباشد انتہیٰ۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث ابن عباسؓ صحیح ومعتبر ہے اور اس سے طبقات تحتانیہ میں وجود انبیاء ثابت ہے اور بسبب بطلان لاتناہی سلسلہ کے ہر ایک طبقہ میں ایک آخر انبیاء بہ نسبت اس طبقہ کے ہونا مرکوز ہے لیکن مطابق عقائد اہل سنت یہ امر ہے کہ دعوت ہمارے حضرت کی

* امہم والنبی علیہ السلام نبی علیہم ورسول الی جمیعہم انتہیٰ *

عام تمام مخلوقات کو شامل ہے پس اس امر کا اعتقاد کرنا چاہیے کہ خواتم طبقات باقیہ بعد عصر نبویہ نہیں ہوئے یا قبل ہوئے یا ہمعصر وہ متبع شریعت محمدیہ ہونگے اور ختم انکا بنسبت اپنے طبقہ کے اضافی ہوگا اور ختم ہمارے حضرت کا عام ہوگا اور تفصیل ان سب امور کی میں نے کماحقہ اپنے دو رسالوں میں ایک مسمّٰی بالآیات البینات علٰے وجود الانبیاء فی الطبقات دوسرے مسمّٰی بہ دافع الوسواس فی اثر ابن عباس کی ہے جبکہ یہ امر مہمد ہوچکا پس سمجھنا چاہیے کہ زید کو جس نے عبارت جو سوال میں مرقوم ہے لکھے ہر گاہ مماثلت سے انکار ہے اور صحت حدیث و تعدد و ثبوت خواتم طبقات ثانیہ کا قائل ہے مخالف اہلسنت کے نہیں ہے نہ کافر ہے نہ فاسق بلکہ متبع سنت مگر ہاں اگر نبوۃ محمدیہ کو ساتھ اسی طبقہ کی خاص کرتا ہو اور ہر ایک خاتم کو صاحب شرع جدید سمجھتا ہو تو البتہ قابل مواخذہ کے ہے کیونکہ یہ امر خلاف نصوص و خلاف کلمات علماء معلوم ہوتا ہے اور اگر مجرد تعدد خواتم کا قائل ہو اور نہ ختم ہمارے رسول کو حقیقی بہ نسبت جملہ انبیاء و طبقات کے سمجھتا ہو اور ختم ہر ایک خواتم باقیہ کو اضافی کہتا ہو تو اس پر کچھ مواخذہ نہیں ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظ عن موجبات الغی (ابو الحسنات محمد عبد الحی) ۔ واقعی زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق نہ ہوگا واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب (ابو الجیش محمد مہدی) کتبہ ابو الحیاء محمد نعیم غفر اللہ العلی الرب الحکیم اصاب المجیب کتبہ ابو الجیش محمد مہدی عفا اللہ عنہ العباوی اور عدم تکفیر و تفسیق و خروج پر علماء دیوبند و سہارنپور و گنگوہ و الہ آباد و آگرہ اور سورت نے اتفاق کیا۔ والحمد للہ علی ذالک اور سب جوابوں کو حرف بحرف لکھنے کی ضرورت نہیں کہ سب کے مطالب ان دونوں جوابوں میں آگئے فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکملہ از مولانا محمد ادریس کاندھلوی

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

امابعد بندۂ ناچیز محمد ادریس کاندھلوی کان اللہ لہ وکان ہو للہ آمین اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ مرزائیوں کو اپنی گمراہی اور غلط عقائد کے ثابت کرنے کے لئے کتاب اور سنت اور اقوال صحابہ وتابعین اور ائمۂ دین اور فقہاء اور محدثین اور مفسرین اور متکلمین کے کلام میں تو کہیں تل رکھنے گنجائش نہیں ملتی اسلئے یہ گروہ حضرات اولیا اور عارفین کے ناتمام اقوال قطع وبرید کرکے عوام کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ عوام ان حضرات اولیا کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکیں، حالانکہ ان بزرگوں کا صریح عقیدہ جو عین قران وحدیث کے مطابق ہوتا ہے وہ انکی کتابوں میں مذکور ہوتا ہے اس کو یہ لوگ نقل نہیں کرتے البتہ بزرگوں کے ان مبہم اور مجمل کلام کو نقل کردیتے ہیں کہ جو کہ ان بزرگوں سے ایک خاص حالت سکر میں نکلا ہے جو باتفاق علماء حجت نہیں جیساکہ منصور نے ایک خاص بیخودی کی حالت میں انا الحق کہدیا، مگر جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو تائب ہوگئے تو کیا کوئی عاقل منصور کے انا الحق کہنے سے یہ استدلال کرسکتا ہے کہ ظلی اور بروزی الوہیت بندہ کو بھی مل سکتی ہے۔ اور لا الہ الا اللہ کے معنے یہ ہیں کہ خدا کے سوا کوئی مستقل خدا نہیں ہوسکتا البتہ ظلی اور بروزی خدا ہو سکتا ہے حاشا وکلا یہ صریح کفر اور ارتداد اسی لانبی بعدی میں یہ تاویل کرنا کہ حضور کے بعد کوئی مستقل نبی نہیں ہوسکتا، بلکہ ظلی اور بروزی نبی ہو سکتا ہے یہ بھی صریح کفر اور ارتداد ہے۔

اسی سلسلہ میں آجکل مرزائی حضرت مولٰنا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کا نام نامی لے رہے ہیں کہ معاذ اللہ مولٰنا محمد قاسم صاحب بھی خاتم الانبیاء کے بعد نئے نبی کا آنا جائز رکھتے۔ یہ مولانا پر صریح بہتان اور افتراء ہے اس بارہ میں حضرت مولٰنا کا تحذیر الناس کے نام سے ایک مختصر رسالہ ہے جو عجیب وغریب حقائق

ومعارف اور نہایت دقیق اور عمیق علوم پر مشتمل ہے۔ ناظرین تو قصورِ فہم کی وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا ہوئے اور زائغین اور ملحدین نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس رسالہ کی ناتمام عبارتیں ماقبل اور مابعد سے حذف کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرنا شروع کردیں جس سے عوام اور سادہ لوح، تردد اور تحیر میں پڑ گئے اس لئے بہ تقاضائے اصلاح یہ ضروری سمجھا کہ مولانا محمد قاسمؒ کے کلام کا خلاصہ سلیس عبارت میں پیش کردیا جائے تاکہ لوگ غلط فہمی سے محفوظ ہوجائیں فاقول واللہ بالتوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق وھو الھادی الی سواء الطریق۔

خاتمیت ایک جنس ہے جس کی دو قسمیں ہیں ایک زمانی اور دوسری رتبی خاتمیت زمانیہ کے معنے یہ ہیں کہ حضور سب سے اخیر زمانہ میں تمام انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے اور اب آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ اور خاتمیت رتبیہ کے معنے یہ ہیں کہ نبوت و رسالت کے تمام کمالات اور مراتب حضور کی ذات بابرکات پر ختم ہیں۔ اور نبوت چونکہ کمالات علمیہ میں سے ہے اسلئے خاتم النبیین کے معنے یہ ہوں گے کہ جو علم کسی بشر کے لئے ممکن ہے وہ آپ پر ختم ہوگیا اور حضور پرنور دونوں اعتبار سے خاتم النبیین ہیں زمانہ کے اعتبار سے بھی آپ خاتم ہیں اور مراتب نبوت اور کمالات رسالت کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں۔ حضور کی خاتمیت فقط زمانی نہیں بلکہ زمانی اور رتبی دونوں دونوں قسم کی خاتمیت حضور کو حاصل ہے اسلئے کمال مدح جب ہی ہوگی کہ جب دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہو۔ مولانا محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ حضور کی خاتمیت زمانیہ قرآن اور حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اور حضور کی خاتمیت زمانیہ کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ رکعات نماز کا منکر کافر ہے۔ چنانچہ تحذیر الناس کے ص۱۰ پر تحریر ہے فرماتے ہیں۔

سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو خاتمیت ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے ادھر تصریحات

نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی
او کما قال۔

جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ
ہے اس باب میں کافی ہے۔ کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ
چکا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا ہے۔ گو الفاظ مذکور
بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر
معنوی یہاں ایسا ہی ہو گا جیسا کہ تواتر اعداد رکعات فرائض و
وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں
جیسا کہ اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہو گا۔ انتہی
کلامہ۔

اس عبارت میں اس امر کی صاف تصریح موجود ہے کہ خاتمیت زمانیہ
کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ تعداد رکعات کا منکر کافر ہے مولانا مرحوم اس خاتمیت
زمانیہ کے علاوہ حضور کے لئے ایک اور معنے کر خاتمیت فرماتے ہیں جس سے حضور
کا تمام اولین اور آخرین سے افضل اعلم ہونا ثابت ہو جائے وہ یہ کہ حضور پر نور کمالات
نبوت کے منتہی اور خاتم ہیں۔ اور علوم اولین و آخرین کے معدن اور منبع ہیں جس
طرح تمام روشنیوں کا سلسلہ آفتاب پر ختم ہوتا ہے اسی طرح تمام علوم اور کمالات
کا سلسلہ حضورؐ پر ختم ہوتا ہے۔

معاذ اللہ مولانا مرحوم خاتمیت زمانیہ کے منکر نہیں بلکہ خاتمیت زمانیہ کے
منکر کو کافر سمجھتے ہیں لیکن اس خاتمیت زمانیہ کی فضیلت کے علاوہ خاتمیت رتبیہ
کی فضیلت بھی حضور کے لئے ثابت کرنا چاہتے ہیں تاکہ حضور کی تمام اولین و آخرین
پر فضیلت اور سیادت ثابت ہو۔ اور خاتمیت زمانیہ اور رتبیہ میں فرق یہ کہ خاتمیت
زمانیہ کے اعتبار سے حضور کے بعد کسی نبی کا آنا شرعاً محال اور ناممکن ہے۔ اور
خاتمیت رتبیہ کے اعتبار سے لفرض محال اگر حضور کے بعد بھی کوئی نبی مبعوث ہو

تو حضور کی خاتمیت رتبیہ میں کوئی فرق نہ آئے گا بہر صورت آپ کمالات نبوت کے منتہی اور خاتم ہیں، آفتاب اگر تمام ستاروں سے پہلے طلوع کرے یا درمیان میں طلوع کرے، آفتاب کے منبع نور ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا اسی طرح بالفرض اگر حضور پرنور تمام انبیاء سے پہلے مبعوث ہوتے یا درمیان میں مبعوث ہوتے تو آپ کے منبع کمالات ہونے میں کوئی فرق نہ آتا اور یہ فرض بھی احتمال عقلی کے درجہ میں ہے ورنہ جس طرح خاتمیت زمانیہ میں حضور کے بعد نبی کا آنا محال ہے اسی طرح خاتمیت رتبیہ میں بھی آپ کے بعد نبی کا آنا محال ہے اس لئے اگر انبیاء متاخرین کا دین، دین محمدی کے مخالف ہوا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آئے گا جو حق تعالیٰ شانہٗ کے اس قول

مَا نَنسَخ من اٰية او ننسها نأت بخير منها

کے خلاف ہے نیز جب علم ممکن للبشر آپ پر ختم ہو چکا تو آپ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا بالکل عبث اور بے کار ہوگا، حاصل یہ نکلا کہ خاتمیت ورتبیہ کے لئے خاتمیت زمانیہ بھی لازم ہے۔

مولانا مرحوم کے نزدیک اگر حضور کے بعد کوئی نبی مبعوث ہونا شرعاً جائز ہوتا تو لفظ بالفرض استعمال نہ فرماتے مولانا کا یہ فرمانا کہ بالفرض اگر آپ کے بعد کوئی نبی الخ یہ لفظ بالفرض خود اس کے محال ہونے پر دلالت کرتا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ بات محال ہے کسی طرح ممکن نہیں۔ لیکن اگر بفرض محال تھوڑی دیر کے لئے اس محال کو بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی حضور کی خاتمیت رتبیہ اور آپ کی افضلیت اور سیادت میں کوئی فرق نہیں آتا یہ ایسا ہی ہے جیسے حضور کا یہ فرمانا کہ لو کان بعدی نبی لکان عمر، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا، تو ظاہر ہے کہ حضور کا مقصود یہ نہیں کہ آپ کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے بلکہ یہ بتلانا مقصود کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا بفرض محال اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ اس ارشاد سے حضور کی خاتمیت

اور عمر کی فضیلت ثابت کرنا مقصود ہے۔

اس کو اس طرح سمجھو کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر ایک چاند نہیں بلکہ ہزار چاند ہوں تب بھی ان سب کا نور آفتاب ہی سے مستفاد ہوگا تو اس یہ مطلب نہیں کہ حقیقۃً ہزاروں چاند ہیں بلکہ مقصود آفتاب کی فضیلت ثابت کرنا ہے کہ آفتاب تمام انوار اور شعاعوں کا ایسا خاتم ہے اور منتہا ہے کہ اگر بالفرض ہزار چاند بھی ہوں تو ان کا نور بھی اسی سے مستفاد ہوگا۔

اس بالفرض ہزار چاند الخ کہنے سے آفتاب کی فضیلت دوبالا ہوجائیگی کہ آفتاب فقط اسی موجودہ قمر سے افضل نہیں بلکہ اگر جنس قمر کے اور بھی ہزاروں افراد فرض کر لئے جائیں تب بھی آفتاب ان سب سے افضل اور بہتر ہوگا اسی طرح نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام افراد نبوت پر فضیلت اور برتری بتلانا مقصود ہے خواہ وہ افراد ذہنی ہوں یا خارجی محقق ہوں یا مقدر ممکن ہوں یا محال اور یہ کہ حضور پر نور سلسلہ نبوت کے علی الاطلاق خاتم ہیں زمانۃً بھی اور رتبۃً بھی

مولانا نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کا آنا شرعاً جائز ہے بلکہ یہی فرماتے ہیں کہ جو شخص اس امر کو جائز سمجھے کہ حضور کے بعد نبی کا آنا شرعاً ممکن الوقوع ہے وہ کافر ہے اور قطعاً دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

چنانچہ مولانا محمد قاسم مناظرہ عجیبہ کے صـ۳۹ پر لکھتے کہ خاتمیت زمانیہ اپنا دین وایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کوئی علاج نہیں۔

پھر اسی کتاب کے صـ۱۰۳ پر لکھتے ہیں امتناع بالغیر میں کسے کلام ہے اپنا دین وایمان ہے کہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی ہونے کا احتمال نہیں جو اس قائل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں انتہی۔

ناظرین باتمکین مولانا محمد قاسم کے ان عبارات اور تصریحات کے بعد خود انصاف کریں کہ کیا مولانا محمد قاسم خاتمیت زمانہ کے منکر ہیں حاشا وکلا دہ

تو خاتمیت زمانیہ کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں، اس خاتمیت زمانیہ کے علاوہ حضور کے لئے ایک اور خاتمیت یعنی خاتمیت رتبیہ ثابت کرتے ہیں تاکہ حضور کی فضیلت وسیادت خوب واضح اور نمایاں ہوجائے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وعلینا معہم یا ارحم الراحمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حضرات صوفیاء کرام اور مسئلہ ختم نبوت)

علمائے شریعت کی طرح تمام صوفیائے کرام بھی اس پر متفق ہیں کہ نبوت و رسالت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اور حضور پر نور کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ مرتد اور دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ

اور یہی شیخ محی الدین ابن عربی کا مسلک ہے کہ نبوت و رسالت بالکل ختم ہو چکی البتہ نبوت و رسالت کے کچھ کمالات اور اجزاء باقی ہیں جو اولیاء امت کو عطا کئے جاتے ہیں۔ مثلاً کشف اور الہام اور رویائے صادقہ (سچا خواب) اور کرامتیں اس قسم کے کمالات نبوت کے اجزاء ہیں۔ وہ ہنوز باقی ہیں۔ لیکن ان کمالات کی وجہ سے کسی شخص پر نبی کا اطلاق کسی طرح جائز نہیں اور نہ ان کے کشف اور الہام پر ایمان لانا واجب ہے ایمان فقط کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر ہے۔ نبی کا تو خواب بھی وحی ہے مگر ولی کا خواب اور الہام شرعاً حجت نہیں۔ نبی کے خواب سے ایک معصوم کا ذبح کرنا اور قتل کرنا بھی جائز ہے۔ مگر ولی کے الہام سے قتل کا جواز تو کیا ثابت ہوتا اس استحباب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوتا اس کو اس طرح سمجھو کہ اگر کسی شخص میں کچھ کمالات اور خصلتیں بادشاہ اور وزیر کی سی پائی جائیں تو اس بناء پر وہ شخص بادشاہ اور وزیر نہیں بن سکتا۔ اور اگر کوئی اس بناء پر بادشاہت اور وزارت کا دعویٰ کرے اور اپنے کو وزیر اور بادشاہ کہنے لگے تو فوراً گرفتاری کے احکام جاری ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر کسی شخص میں

نبوت کے بیرائے نام کچھ کمالات پائے جائیں تو اس سے اس شخص کا منصب نبوت پر فائز ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اگر کوئی شخص اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ مرتد اور اسلام کا باغی سمجھا جائے گا۔ شیخ محی الدین ابن عربی کی صاف صاف تصریحات موجود ہیں کہ نبوت ختم ہوگئی۔ اب قیامت تک کسی کو منصب نبوت نہیں مل سکتا اور نہ کسی پر نبی اور رسول کا اطلاق جائز ہے البتہ نبوت کے کچھ کمالات اور اجزاء باقی ہیں۔ مگر کمالات نبوت اور اجزاء رسالت سے متصف ہونا اتصاف بالنبوۃ کو مستلزم نہیں۔ تفصیل اگر درکار ہو تو مسک الختام فی ختم النبوۃ علی سید الانام (جو اس ناچیز کا رسالہ بکتبہ صدیقیہ ملتان سے شائع ہوا ہے) اس کی طرف مراجعت کریں (حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی قدس اللہ سرہ الشہاب صفحہ میں فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر نے اپنی خاص اصطلاح میں ولایت اور محدثیت کو نبوت غیر تشریعی کے لفظ سے تعبیر کردیا۔ مگر اس گروہ کو نبی نہیں کہا جا سکتا ہے چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔

فاخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرؤیا جزء من اجزاء النبوۃ فقد بقی للناس فی النبوۃ ھذا وغیرہ ومع ھذا لا یطلق اسم النبوۃ ولا النبی الا علی مشرع خاصۃ فحجر ھذا الاسم لخصوص وصف معین فی النبوۃ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو بتلایا کہ خواب (سچا) اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے تو لوگوں کے واسطے نبوۃ میں سے یہ جزو (رویا) وغیرہ باقی رہ گیا ہے لیکن اسکے باوجود نبوت کا لفظ اور نبی کا نام بجز مشرع (امرونہی لانیوالا) کے اور کسی پر نہیں بولا جا سکتا تو نبوت میں ایک خاص وصف معین کی موجودگی کی وجہ سے اس نام کی (نبی) بندش کردی گئی۔

کمن یوحی الیہا فی المبشرات وھی جزء من اجزاء النبوۃ وان لم یکن صاحب المبشرۃ نبیا فتفطن لعموم رحمۃ اللہ فما تطلق النبوۃ الا لمن اتصف بالمجموع فذالک النبی وتلک النبوۃ التی حجرت علینا وانقطعت فان من جملتھا التشریع بالوحی الملکی فی التشریع وذالک لا یکون الا للنبی خاصۃً۔

جیسے کسی کی طرف مبشرات کی وحی آئی اور وہ مبشرات اجزائے نبوۃ میں سے ہیں اگرچہ صاحب بشرہ نبی نہیں ہو جاتا۔ پس رحمت الہیہ کے عموم کو سمجھو تو نبوۃ کا اطلاق اسی پر ہو سکتا ہے جو تمام اجزائے نبوت سے متصف ہو وہی نبی ہے۔ اور وہی نبوۃ ہے جو منقطع ہو چکی اور ہم سے روک دی گئی کیونکہ نبوۃ کے اجزاء میں تشریع بھی ہے جو وحی ملکی سے ہوتی ہے اور یہ بات صرف نبی کے ساتھ مخصوص ہے

(فتوحات صفحہ ۱۹۵ جلد ۲)

شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

فما بقی للاولیاء الیوم بعد بعد ارتفاع النبوۃ الا التعریفات وانسدت ابواب الاوامر الالٰھیۃ والنواھی فمن ادعاھا بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم فھو مدع شریعۃ اوحی بہا الیہ سواء وافق بہا شرعنا اوخالف۔

نبوۃ اٹھ جانے کے بعد آج اولیاء کیلئے بجز تعریفات کچھ باقی نہیں رہا اور اوامر و نواہی کے سب دروازے بند ہو چکے اب جو کوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امر و نہی کا مدعی ہو (جیسے مرزا صاحب) وہ اپنی طرف وحی شریعت آنے کا مدعی ہے خواہ شریعت ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف۔

(فتوحات مکیہ ص ۱۵ ج ۳)

صوفیائے کرام کے شطحیات

حضرات صوفیائے کرام کے یہاں ایک خاص باب ہے جس کو شطحیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور خود فتوحات مکیہ میں اس کا ایک باب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرات صوفیہ پر کچھ باطنی حالات گذرتے ہیں جو ایک سکر اور بے خودی کی حالت ہوتی ہے اس حالت میں ان سے ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جو قواعد شریعت اور کتاب وسنت کے نصوص پر چسپاں نہیں ہوتے جیسے انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی اور جب ہوش میں آتے ہیں تو ایسے کلمات سے توبہ اور استغفار کرتے ہیں

خود حضرات صوفیہ کی ان شطحیات کے بارے میں تصریحات موجود ہیں کہ کوئی شخص ہماری ان باتوں پر ہرگز عمل پیرا نہ ہو کہ جو ہم سے ان خاص حالات میں بے اختیارانہ صادر ہوتی ہیں۔ بلکہ جس شخص پر یہ حالات نہ گذرے ہوں اس کو ہماری کتابوں کا مطالعہ بھی جائز نہیں اور یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ ہمارا کشف اور الہام کسی پر حجت نہیں ہمارا کشف صرف ہمارے لئے ہے۔ اور اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ مجھ پر یہ حکم بذریعہ وحی نازل ہوا ہے خواہ وہ حکم شریعت کے موافق ہو یا مخالف اگر وہ مدعی عاقل بالغ ہے تو قابل گردن زدنی ہے اور اگر عاقل بالغ نہیں تو اس سے اعراض کریں گے۔ حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو فاروق اعظم جیسے شخص کا بیخودی میں یہ حال ہوا کہ تلوار لے کر بیٹھ گئے اور یہ کہنے لگے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ محمد رسول اللہ کا انتقال ہو گیا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ صدیق اکبر آئے اور ان کلمات کو سنتے ہوئے گذر گئے۔ اور منبر نبوی پر جا کر خطبہ دیا۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افا ئن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم انکم میت وانهم میتون صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق کے خطبہ سے

ہماری آنکھیں کھل گئیں۔ اور فاروق اعظمؓ کو بھی اس حالت سے افاقہ ہو گیا اب قابل غور امر یہ ہے کہ فاروق اعظم کی زبان سے جو کلمات نکلے وہ غلبہ حال میں نکلے حقیقت کے بالکل خلاف تھے۔ مگر چونکہ وہ ایک سکر اور بیخودی کی حالت تھی اسلئے صحابہ نے حضرت عمر کو معذور سمجھ کر سکوت کیا اور کسی قسم کی ملامت نہیں کی اور اتباع صدیق اکبر کا کیا کیونکہ وہ مغلوب الحال نہ تھے

شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ صدیق اکبر خلیفہ بلافصل ہوئے نبی کا خلیفہ وہی ہو سکتا ہے جو حال پر غالب ہو اور جس پر حال غالب آجائے وہ خلیفہ بلافصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے انبیاء کرام کبھی مغلوب الحال نہیں ہوتے انبیاء کرام ہمیشہ حال پر غالب رہے ہیں اس لئے حضرات صوفیہ کے اس قسم کے شطحیات شرعاً حجت نہیں اور نہ ان کا اتباع جائز ہے البتہ وہ حضرات معذور ہیں اور ان پر ملامت جائز نہیں جیسے حضرات صحابہ نے نہ تو فاروق اعظم کا اس قول میں اتباع کیا۔ اور نہ ان پر کوئی ملامت کی مسلمانوں کو چاہیے کہ حضرات صوفیہ کے ان اقوال کا ہرگز اتباع نہ کریں جو ان سے تمام حالات میں بے اختیار نکل گئے۔ بلکہ ان کے اقوال کا اتباع کریں جو انہوں نے سلسلہ عقائد میں بیان میں لکھے ہیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد خاتم الانبیاء و المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین و علینا معھم یا ارحم الراحمین۔

ختم شد

کتابت : عبدالرؤف ساغر :

احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی علمی دیانت کا ایک نمونہ

اور قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی "تحذیر الناس" ہے اور اس نے اپنے اس رسالہ میں کہا ہے بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپکا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہے مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں الخ (حسام الحرمین مطبوعہ ۱۹۷۵ء ص۲۰)

والقاسمیۃ المنسوبۃ الی قاسم النانوتوی صاحب تحذیر الناس وھو القائل فیہ ولو فرض فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بل لو حدث بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی جدید لم یخل ذالک بخاتمیۃ وانما یتخیل العوام انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین مع انہ لا فضل فیہ اصلا عند اھل الفہم الی آخر۔ (حسام الحرمین طبع ۱۹۷۵ء ص۱۹)

اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت تحذیر الناس میں مسلسل نہیں ہے بلکہ اس ایڈیشن کے مندرجہ ذیل صفحات میں متفرق جگہ درج ہے قارئین خود ملاحظہ فرما لیں۔

- بلکہ اگر بالفرض آپکے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ ص۱۴
- بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ص۳۴
- عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

نوٹ

اور پھر طرہ یہ کہ ان جملوں کے معنی بھی فاضل بریلوی نے خود ساختہ پہنائے ہیں۔ ان جملوں کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کیلئے مولانا ادریس کا تکملہ ضرور ملاحظہ فرمائیں جو صفحہ ۵۳ سے آخر کتاب تک درج ہے۔

عورتوں اور بچوں کے لئے بہترین اسلامی کتابیں

اسوۂ رسول اکرمؐ	حدیث کی مستند کتب سے زندگی کے ہر پہلو کے متعلق جامع ہدایات	ڈاکٹر عبدالحئی
اسوۂ صحابیات اور سیر الصحابیات	صحابی خواتین کے حالات	مولانا عبدالسلام ندوی
تاریخ اسلام کامل	سوال و جواب کی صورت میں مکمل سیرت طیبہ	مولانا محمد میاں
تعلیم الاسلام	(اردو) سوال و جواب کی صورت میں عقائد اور احکام اسلام	مفتی محمد کفایت اللہ
تعلیم الاسلام	(انگریزی) سوال و جواب کی صورت میں عقائد اور احکام اسلام بزبان انگریزی	〃 〃
رسول عربیؐ	آسان زبان میں سیرت رسول اکرم اور نقشے	
رحمت عالمؐ	آسان زبان میں مستند سیرت طیبہ	مولانا سید سلیمان ندوی
بیماریوں کا گھریلو علاج	ہر قسم کی بیماریوں کے گھریلو علاج و نسخے	طبیبہ ام الفضل
اسلام کا نظام عفت و عصمت	اپنے موضوع پر محققانہ کتاب	مولانا ظفیر الدین
آداب زندگی	چار چھوٹی کتابوں کا مجموعہ حقوق و معاشرت پر	مولانا اشرف علی
بہشتی زیور	(اصل گیارہ حصے) احکام اسلام اور گھریلو امور کی جامع مشہور کتاب	〃 〃
بہشتی زیور	(انگریزی ترجمہ) احکام اسلام اور گھریلو امور کی جامع کتاب بزبان انگریزی	〃
تحفۃ العروس	صنف نازک کے موضوع پر اردو زبان میں پہلی جامع کتاب	محمود مہدی
آسان نماز	نماز مکمل بخشش کیلئے اور چالیس مسنون دعائیں۔	مولانا محمد عاشق الٰہی
شرعی پردہ	پردہ اور حجاب پر عمدہ کتاب	〃 〃
مسلم خواتین کیلئے بیس سبق	عورتوں کے لئے تعلیم اسلام	〃 〃
مسلمان بیوی	مرد کے حقوق عورت پر	مولانا محمد ادریس انصاری
مسلمان خاوند	عورت کے حقوق مرد پر	〃 〃
میاں بیوی کے حقوق	عورتوں کے وہ حقوق جو مرد ادا نہیں کرتے	مفتی عبدالغنی
نیک بیبیاں	چار مشہور صحابی خواتین کے حالات	مولانا اصغر حسین
خواتین کیلئے شرعی احکام	عورتوں سے متعلق جملہ مسائل اور حقوق	ڈاکٹر عبدالحئی عارفی
تنبیہ الغافلین	چھوٹی چھوٹی دینی نصیحتیں حکیمانہ اقوال اور صحابہ و اولیاء کے حالات	[illegible]
آنحضرتؐ کے ۳۰۰ معجزات	آنحضرتؐ کے ۳۰۰ معجزات کا مستند تذکرہ	
قصص الانبیاء	انبیاء علیہم السلام کے قصوں پر مشتمل جامع کتاب	مولانا طاہر سورتی
حکایات صحابہ	صحابہ کرامؓ کی حکیمانہ حکایات اور واقعات	مولانا زکریا صاحب
گناہ بے لذت	ایسے گناہوں کی تفصیل جن سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں اور ہم مبتلا ہیں	

[illegible]

دار الاشاعت اردو بازار کراچی فون ۲۱۳۷۶۸

Email: ishaat@cyber.net.pk, ishaat@pk.netsolir.com

تحریر الناس

DIU-3054